وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

فضيلة الشيخ عبد الرحمن بن ناصر السعدی رحمه الله

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

http://www.esnips.com/user/islam-urdu

http://www.dar-us-salam.com/

دارُالسّلام

کتاب و سُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور
لندن • ہیوسٹن • نیو یارک

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس:4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون و فیکس:4614483

جدہ فون و فیکس : 6807752 الخبر فون : 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس : 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون:7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس:7354072 ای میل:darussalampk@hotmail.com

② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون:7120054 فیکس:7320703

لندن فون:5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون :7220419 فیکس :7220431 (001 713) نیویارک فون:6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن

فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

پارة نمبر أنتيس 29

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارالسلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ

یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے:

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۳۰/۲۵)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ

بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں
عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم / حدیث: ۸۱۷)

http://www.esnips.com/user/islam-urdu

پارة نمبر أنتيس 29

نمبرشمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمارپارہ
۶۷	سورة الملك	2806	۲۹
۶۸	سورة القلم	2816	۲۹
۶۹	سورة الحآقة	2826	۲۹
۷۰	سورة المعارج	2836	۲۹
۷۱	سورة نوح	2844	۲۹
۷۲	سورة الجن	2850	۲۹
۷۳	سورة المزمل	2859	۲۹
۷۴	سورة المدثر	2866	۲۹
۷۵	سورة القيامة	2874	۲۹
۷۶	سورة الدهر	2881	۲۹
۷۷	سورة المرسلات	2890	۲۹

تفسیر سورۃ الملک

سورۃ الملک (٦٧) مکیۃ (٧٧) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آیاتھا ٣٠ رکوعاتھا ٢

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ ① الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ

بڑی ہی بابرکت ہے وہ ذات کہ اسکے ہاتھ میں ہے (تمام) بادشاہی اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ○ وہ جس نے پیدا کیا موت

وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ ② الَّذِيْ خَلَقَ

اور حیات کو تاکہ وہ آزمائے تمھیں، کون تم میں سے اچھا ہے عمل میں؟ اور وہ بڑا زبردست، خوب بخشنے والا ہے ○ وہ جس نے پیدا کیے

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى

سات آسمان اوپر نیچے نہیں دیکھے گا تو رحمٰن کے پیدا کرنے میں کوئی فرق پس لوٹا تو نگاہ کو، کیا تو دیکھتا ہے

مِنْ فُطُوْرٍ ③ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ

کوئی شگاف؟ ○ پھر لوٹا تو نگاہ کو دوبارہ (بار بار) لوٹ آئے گی تیری طرف نگاہ

خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ④

ذلیل ہو کر اس حال میں کہ وہ تھکی ماندی ہوگی ○

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ یعنی وہ ہستی بہت عظمت والی اور بہت بلند ہے، اس کی بھلائی بہت زیادہ اور اس کا احسان عام ہے۔ یہ اس کی عظمت ہے کہ عالم علوی اور عالم سفلی کا اقتدار اسی کے ہاتھ میں ہے، وہی ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے، وہ جیسے چاہتا ہے احکام دینی اور احکام قدری میں تصرف کرتا ہے جو اس کی حکمت کے تابع ہوتے ہیں۔ اس کی عظمت اور اس کی قدرت کا کمال ہے جس کی بنا پر وہ ہر چیز پر قادر ہے، اسی قدرت کے ذریعے سے اس نے بڑی بڑی مخلوقات، مثلاً: آسمان اور زمین کو وجود بخشا اور ﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ﴾ ''اس نے موت و حیات کو پیدا کیا'' یعنی اس نے اپنے بندوں کے مقدر کیا کہ وہ ان کو زندگی عطا کرے، پھر موت سے ہم کنار کرے ﴿لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ تاکہ وہ آزمائے کہ تم میں سے کون سب سے زیادہ صاحب اخلاص اور کون سب سے زیادہ راہ صواب پر ہے۔ یہ آزمائش اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا کر کے ان کو اس دنیا میں بھیجا، انھیں یہ بھی بتا دیا کہ انھیں عنقریب یہاں سے منتقل کیا جائے گا، ان کو اوامر و نواہی دیے اور اپنے ان اوامر کی معارض شہوات کے ذریعے سے ان کو آزمایا۔ پس جس کسی نے اللہ تعالیٰ کے اوامر کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں بہترین جزا دے گا اور جو کوئی شہوات نفس کی طرف مائل ہوا اور اللہ تعالیٰ کے اوامر کو دور پھینک دیا تو اس کے لیے بدترین سزا ہے۔ ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ تمام غلبہ اسی کا ہے

جس کے ذریعے سے وہ تمام چیزوں پر غالب ہے اور مخلوقات اس کی مطیع ہے۔ ﴿الْغَفُوْرُ﴾ وہ بدکاروں، کوتاہی کرنے والوں اور گناہ گاروں کو بخش دیتا ہے، خاص طور پر جب وہ توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کریں، وہ ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے، خواہ وہ آسمان کے کناروں تک پہنچے ہوئے ہوں، وہ ان کے عیوب کو چھپاتا ہے، خواہ وہ زمین بھر ہوں۔

﴿الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ یعنی اس نے آسمانوں کو ایک ہی طبق نہیں بنایا بلکہ ان کو ایک دوسرے کے اوپر بنایا، ان کو انتہائی خوبصورتی اور مضبوطی کے ساتھ پیدا کیا ﴿مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ﴾ "تم رحمٰن کی تخلیق میں کوئی بے ربطی نہیں دیکھو گے"، یعنی خلل اور نقص۔ جب نقص کی ہر لحاظ سے نفی ہوگئی تو وہ ہر لحاظ سے خوبصورت، کامل اور متناسب بن گئے، یعنی اپنے رنگ میں، اپنی ہیئت میں، اپنی بلندی میں، اپنے سورج، کواکب، ثوابت اور سیارات میں خوبصورت اور متناسب ہیں۔ چونکہ ان کا کمال معلوم ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو بار بار دیکھنے اور ان کے کناروں میں غور کرنے کا حکم دیا ہے۔ ﴿فَارْجِعِ الْبَصَرَ﴾ عبرت کی نظر سے دیکھنے کے لیے اس پر دوبارہ نگاہ ڈال ﴿هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ﴾ کیا تجھے کوئی نقص اور خلل نظر آتا ہے؟

﴿ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ﴾ "پھر لوٹا تو نگاہ کو دوبارہ بار بار" اس سے مراد کثرت تکرار ہے ﴿یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ﴾ "نظر (ہر بار) تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی"، یعنی کوئی خلل اور کوئی نقص دیکھنے سے عاجز آ کر واپس لوٹے گی اور خواہ وہ خلل دیکھنے کی بے انتہا خواہش رکھتی ہو، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے نہایت صراحت کے ساتھ آسمانوں کی خوبصورتی کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا:

وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ

اور البتہ تحقیق زینت دی ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے اور بنایا ہم نے ان کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ اور تیار کیا ہے ہم نے ان (شیطانوں) کیلئے

عَذَابَ السَّعِیْرِ ۝۵ وَلِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝۶

عذاب بھڑکتی آگ کا ○ اور ان لوگوں کیلئے' جنہوں نے کفر کیا ساتھ اپنے رب کے' عذاب جہنم ہے اور برا ٹھکانا ہے (وہ) ○

اِذَآ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ تَفُوْرُ ۝۷ تَكَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ ؕ كُلَّمَآ

جب ڈالے جائیں گے وہ اس (جہنم) میں تو سنیں گے اس کا دھاڑنا جبکہ وہ جوش مار رہی ہوگی ○ قریب ہے کہ پھٹ پڑے گی غیظ (وغضب) سے جب بھی

اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ ۝۸ قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَنَا

ڈالا جائیگا اس میں کوئی گروہ تو پوچھیں گے ان سے اس کے محافظ کیا نہیں آیا تھا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا؟ ○ وہ کہیں گے ہاں یقیناً آیا تھا ہمارے پاس

نَذِیْرٌ ۙ۬ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۚۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ

ایک ڈرانے والا تو جھٹلایا تھا ہم نے اسے اور کہا تھا ہم نے' نہیں نازل کی اللہ نے کوئی چیز' نہیں ہو تم مگر گمراہی میں

كَبِيْرٍ ۝٩ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝١٠

بہت بڑی ○ اور وہ کہیں گے، اگر ہم سنتے اور سمجھتے ہوتے تو نہ ہوتے ہم دوزخیوں میں ○

یعنی ہم نے جمال بخشا ﴿ السَّمَآءَ الدُّنْيَا ﴾ "دنیا کے آسمان کو" جسے تم دیکھ رہے ہو اور جو تمھارے قریب اور متصل ہے۔ ﴿ بِمَصَابِيْحَ ﴾ "چراغوں کے ساتھ" اس سے مراد مختلف اقسام کی روشنیاں رکھنے والے ستارے ہیں کیونکہ اگر آسمان میں ستارے نہ ہوتے تو یہ ایک تاریک چھت ہوتی جس میں کوئی حسن و جمال نہ ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو آسمان کی زینت، حسن و جمال اور راہ نما بنایا جن کے ذریعے سے بحر و بر میں راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر کہ اس نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کیا، اس امر کے منافی نہیں کہ بہت سے ستارے ساتوں آسمانوں کے اوپر ہوں کیونکہ آسمان شفاف ہوتے ہیں اور اگر آسمان دنیا پر ستارے نہ بھی ہوں تو ساتوں آسمانوں کے ستاروں کے ذریعے سے آسمان دنیا کو زینت حاصل ہو سکتی ہے۔

﴿ وَجَعَلْنٰهَا ﴾ اور بنایا ہم نے چراغوں کو ﴿ رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ ﴾ "شیطانوں کو مارنے کا آلہ" جو آسمانوں سے خبر چوری کرنا چاہتے ہیں، پس یہ شہاب، جنھیں ستاروں سے شیاطین پر پھینکا جاتا ہے، انھیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا کے اندر شیاطین کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ ﴿ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ ﴾ اور آخرت میں ان کے لیے تیار کیا ہے ﴿ عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴾ "بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب" کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی اختیار کی اور اس کے بندوں کو گمراہ کیا، اس لیے ان کی پیروی کرنے والے کفار انھی کی مانند ہیں، ان کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے، اس لیے فرمایا: ﴿ وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ "اور جن لوگوں نے اپنے رب کا انکار کیا، ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور برا ٹھکانا ہے۔" وہ ایسا ٹھکانا ہے کہ وہاں کے لوگوں کو بے حد رسوا کیا جائے گا۔

﴿ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا ﴾ جب ذلت اور رسوائی کے ساتھ ان کو جہنم کے اندر پھینک دیا جائے گا ﴿ سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا ﴾ تو وہ جہنم کی بہت بلند اور انتہائی کریہہ آوازیں سنیں گے ﴿ وَّهِيَ تَفُوْرُ ﴾ اور حالت یہ ہو گی کہ جہنم جوش مار رہی ہو گی۔ ﴿ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ﴾ "گویا مارے جوش کے پھٹ پڑے گی۔" یعنی مجتمع ہونے کے باوجود، یوں لگتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائے گی اور کفار پر مارے غیظ و غضب کے پھٹ کر ٹکڑے ہو جائے گی۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو جہنم ان کے ساتھ کیا کرے گی؟

جہنم کا داروغہ اہل جہنم کو جو زجر و توبیخ کرے گا، اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ﴾ "جب اس میں ان کی کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے

داروغے ان سے پوچھیں گے، کیا تمھارے پاس کوئی متنبہ کرنے والا نہیں آیا تھا؟'' یعنی تمھارے اس حال اور تمھارے جہنم کے مستحق ہونے سے یوں لگتا ہے گویا کہ تمھیں اس کے بارے میں آگاہ ہی نہیں کیا گیا اور متنبہ کرنے والوں نے تمھیں کبھی اس سے متنبہ ہی نہیں کیا۔ **﴿قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ﴾** ''وہ کہیں گے، کیوں نہیں! ضرور ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہا کہ اللہ نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی، تم تو بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔'' پس انھوں نے نبی کی تکذیبِ خاص اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہر چیز کی تکذیبِ عام کو جمع کر دیا اور انھوں نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انھوں نے متنبہ کرنے والے رسولوں کو علی الاعلان گمراہ کہا، حالانکہ وہی تو راہ دکھانے والے اور سیدھی راہ پر ہیں پھر انھوں نے مجرد گمراہی کے فتوے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی ''گمراہی'' کو ''بہت بڑی گمراہی'' قرار دیا، تب کون سا عناد، تکبر اور ظلم اس کے مشابہ ہو سکتا ہے؟

﴿وَقَالُوْا﴾ رشد و ہدایت کے اہل نہ ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے: **﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾** ''اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے، تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔'' پس وہ اپنی ذات سے ہدایت کے تمام راستوں کی نفی کریں گے اور وہ ہیں، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ اور رسول کی لائی ہوئی کتاب کو سننا اور عقل جو صاحب عقل کو فائدہ دیتی ہے، جو اسے حقائقِ اشیا، بھلائی کو ترجیح دینے اور ہر اس چیز سے اجتناب کرنے پر ٹھہراتی ہے جس کا انجام قابل مذمت ہو۔ مگر ان کے پاس تو سماعت ہے نہ عقل۔ ان کا یہ رویہ اہل یقین و عرفان اور اربابِ صدق و ایمان کے رویے کے برعکس ہے کیونکہ انھوں نے سمعی دلائل سے اپنے ایمان کی تائید کی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا اور جو کچھ رسول ﷺ لے کر آئے انھوں نے اسے حصول علم، معرفت اور عمل کے لیے سنا، نیز انھوں نے عقلی دلائل کے ذریعے سے گمراہی میں سے ہدایت، قبیح میں سے حسین اور شر میں سے خیر کی معرفت حاصل کی، وہ اپنے ایمان میں منقول و معقول کی اقتدا کے مطابق تھے، جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا تھا۔ پاک ہے وہ ذات جو بندوں میں سے جسے چاہتی ہے اپنے فضل کے لیے مختص کرتی ہے اور جسے چاہتی ہے اپنے احسان سے بہرہ مند کرتی ہے اور جو بھلائی کے قابل نہیں ہوتا اسے تنہا چھوڑ دیتی ہے۔

جہنم میں داخل ہونے والوں اور اپنے ظلم و عناد کا اعتراف کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑪

سو اعتراف کریں گے وہ اپنے گناہ (جرم) کا، پس دوری ہے واسطے دوزخیوں کے O

یعنی ان کے لیے رحمت الٰہی سے دوری، خسارہ اور بدبختی ہے، وہ کتنے بدبخت اور کس قدر ہلاکت میں مبتلا ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ثواب کو کھو دیا اور جہنم کا ایندھن بنے، جو ان کے ابدان میں بھڑکتی رہے گی اور ان

کے دلوں سے لپٹتی رہے گی!

اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ ﴿۱۲﴾

بلاشبہ وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر بہت بڑا ہے○

اللہ تعالیٰ نے بد بخت فاجروں کا ذکر کیا تو سعادت مند نیک لوگوں کا وصف بھی بیان کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ ﴾ بے شک وہ لوگ جو اپنے تمام احوال میں اپنے رب سے ڈرتے ہیں حتیٰ کہ وہ اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پس وہ اس کی نافرمانی کا ارتکاب کرتے ہیں نہ اس کے حکم کی تعمیل میں کوتاہی کرتے ہیں جو ان کو دیا گیا ہے ﴿ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ﴾ ان کے لیے ان کے گناہوں کی بخشش ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کو بخش دیا تو اس نے ان کو ان گناہوں کے شر سے اور جہنم کے عذاب سے بچا لیا۔ ﴿ وَّ ﴾ ''اور'' ان کے لیے ﴿ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ﴾ بڑا اجر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت میں تیار کر رکھا ہے، یعنی ہمیشہ رہنے والی نعمتیں، بہت بڑی بادشاہی، پیہم لذتیں، محلات، بالا خانے، خوبصورت حوریں، خدمت گار اور خدمت کرنے والے لڑکے۔ اس سے بھی عظیم تر اور بڑا اجر رحمٰن کی رضا ہے جو جنت کے رہنے والوں کو حاصل ہوگی۔

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾ اَلَا یَعْلَمُ

اور تم چھپا کر کرو اپنی بات یا پکار کر کرو اس کو، بلاشبہ وہ خوب جانتا ہے راز سینوں کے ○ کیا (بھلا) نہیں جانے گا وہ

مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ﴿۱۴﴾ ع

جس نے (سب کو) پیدا کیا؟ اور وہ نہایت باریک بین، خبردار (بھی) ہے○

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اپنے وسیع علم، بے پایاں لطف و کرم کے بارے میں خبر ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ﴾ ''اور تم پوشیدہ کہو یا ظاہر'' یعنی اس کے لیے دونوں برابر ہیں، دونوں میں سے کوئی بات اس سے چھپی نہیں رہ سکتی، پس ﴿ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ وہ سینے میں چھپی ہوئی نیتوں اور ارادوں کو بھی جانتا ہے، وہ ان اقوال کو کیوں کر نہیں جانتا جن کو سنا جا سکتا ہے اور جن کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے؟

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم پر عقلی دلیل سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ﴾ یعنی وہ ہستی جس نے مخلوق کو نہایت مہارت سے اور بہترین طریقے سے پیدا کیا ہے وہ سینوں کے بھید کیونکر نہ جانتی ہو گی؟ ﴿ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ﴾ اس کے علم و خبر بہت لطیف ہیں حتیٰ کہ وہ سینے کے بھیدوں، ضمیر کے رازوں، تمام چھپی ہوئی چیزوں، خفیہ امور اور غیوب کو جانتا ہے، وہی ہے جو ﴿ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی ﴾ (طٰہٰ: ۷/۲۰) ''چھپی ہوئی اور پوشیدہ باتوں کو بھی جانتا ہے۔''

(اَلــلَّـطِیْفُ) کے معانی میں سے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے بندے اور دوست کے ساتھ نہایت لطف و کرم سے پیش آتا ہے، اس کے ساتھ احسان اور نیکی اس طرح کرتا ہے کہ اسے شعور تک نہیں ہوتا، وہ اسے شر سے ایسے بچاتا ہے جس کا اسے وہم و گمان نہیں ہوتا، وہ اسے ایسے اسباب کے ذریعے سے اعلیٰ مراتب پر فائز کرتا ہے جو بندے کے تصور میں بھی نہیں ہوتے یہاں تک کہ وہ اسے ناگوار حالات کا مزا چکھاتا ہے تاکہ ان کے ذریعے سے اسے جلیل القدر محبوبات اور اعلیٰ مطالب و مقاصد تک پہنچائے۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا

وہ' وہ ذات ہے جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو نرم (مسخر) سو چلو پھرو تم اس کے راستوں میں اور کھاؤ

مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾

اس (اللہ) کے رزق میں سے اور اسی کی طرف ہے قبروں سے اٹھ کر جانا ○

یعنی وہی ہے جس نے زمین کو مسخر کر دیا اور اسے تمھارا مطیع کر دیا تاکہ تم اس میں سے ہر وہ چیز حاصل کر سکو جس سے تمھاری حاجات متعلق ہیں، مثلاً: باغات لگانا، عمارتیں تعمیر کرنا، کھیتیاں اگانا اور ایسی شاہراہیں بنانا جو تمھیں دور دراز ملکوں اور شہروں تک پہنچاتی ہیں ﴿فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا﴾ ''پس تم اس کی راہوں میں چلو پھرو'' یعنی طلب رزق و مکاسب کے لیے ﴿وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ﴾ ''اور اللہ کے رزق سے کھاؤ اور اسی کی طرف جی اٹھنے کے بعد جانا ہے۔'' یعنی اس گھر سے منتقل ہو کر جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے امتحان گاہ اور ایسا وسیلہ بنایا ہے جس کے ذریعے سے آخرت کے گھر تک پہنچا جاتا ہے، تمہارے مرنے کے بعد تمھیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے پاس اکٹھا کیا جائے گا تاکہ وہ تمھیں تمہارے اچھے اور برے اعمال کی جزا و سزا دے۔

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ

کیا بے خوف ہو گئے ہو تم اس (اللہ) سے جو آسمان میں ہے، یہ کہ وہ دھنسا دے تمہیں زمین میں تو ناگہاں وہ (تیز) تیز حرکت کرنے لگے؟○ کیا بے خوف ہو گئے ہو تم

مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ﴿۱۷﴾

اس (اللہ) سے جو آسمان میں ہے، یہ کہ وہ بھیجے تم پر پتھراؤ کرنے والی آندھی پس عنقریب جان لو گے تم کیسا ہے میرا ڈرانا؟○

وَ لَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۱۸﴾

اور تحقیق تکذیب کی تھی ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے پس کیسا تھا میرا عذاب؟○

یہ اس شخص کے لیے تہدید و وعید ہے جو اپنی سرکشی، تعدی اور نافرمانی پر جما ہوا ہے جو سزا اور عذاب کے نزول کی موجب ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ﴾ ''کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے، نڈر ہو۔'' اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے جو اپنی مخلوق پر بلند ہے ﴿اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ﴾ ''کہ وہ تم کو زمین میں

دھنسا دے اور وہ اس وقت حرکت کرنے لگے" تمھیں لے کر کانپنے لگے اور تم ہلاک اور تباہ و برباد ہو جاؤ۔

﴿ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ﴾ "کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے، بے خوف ہو کہ وہ تم پر پتھر برسا دے۔" یعنی آسمان سے عذاب نازل کرے، تم پر پتھر برسائے اور اللہ تعالیٰ تم سے انتقام لے ﴿ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ﴾ یعنی تمھیں عنقریب معلوم ہوگا کہ وہ عذاب تم پر کیسے آتا ہے جس کے بارے میں تمھیں رسولوں اور کتابوں نے ڈرایا تھا۔ پس تم یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین اور آسمان کے عذاب سے تمھارا محفوظ و مامون ہونا تمھیں کوئی فائدہ دے گا۔ تم عنقریب اپنے کرتوتوں کا انجام ضرور دیکھو گے، خواہ یہ مدت لمبی ہو یا چھوٹی کیونکہ تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں نے بھی جھٹلایا جیسے تم نے جھٹلایا ہے تو دیکھو کیسے اللہ تعالیٰ نے انھیں اس تکذیب سے روکا؟ اللہ تعالیٰ نے آخرت کے عذاب سے پہلے انھیں دنیا میں عذاب کا مزا چکھایا، اس لیے ڈرو کہ کہیں تم پر بھی وہی عذاب نازل نہ ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ ؔۘ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ

کیا نہیں دیکھا انھوں نے (اڑتے) پرندوں کی طرف اپنے اوپر، پر پھیلاتے اور سمیٹتے ہوئے؟ نہیں تھامتا ان کو مگر (اللہ) رحمٰن ہی

اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ﴿۱۹﴾

بلاشبہ وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے ○

وقف لازم اختلاف

یہ عتاب ہے اور پرندوں کی حالت پر غور کرنے کی ترغیب ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مسخر کیا اور پھر ان کے لیے فضا اور ہوا کو مسخر کیا جس میں وہ پرواز کے لیے پر پھیلائے پھرتے ہیں، نیچے اترنے کے لیے اپنے پروں کو اکٹھا کرتے اور فضا میں اپنے ارادے اور ضرورت کے مطابق اِدھر اُدھر تیرتے پھرتے ہیں۔ ﴿ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ﴾ "انھیں اللہ رحمٰن ہی تھامے ہوئے ہے۔" پس رحمٰن ہی ہے جس نے ان کے لیے فضائے بسیط کو مسخر کیا اور ان کو ایسی حالت میں پیدا کیا جو پرواز کے لیے مناسب ہے۔ پس جو کوئی پرندوں کی حالت میں غور کر کے عبرت حاصل کرتا ہے تو ان کی یہ حالت اس کیلئے قدرت الٰہی اور عنایت ربانی پر دلالت کرتی ہے، نیز اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ﴿ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ﴾ "بے شک ہر چیز اس کی نگاہ میں ہے۔" وہ اپنے بندوں کے لیے ان کے لائق احوال اور اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق تدبیر کرتا ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا

بھلا کون ہے جو وہ لشکر ہو تمھارا، کہ وہ مدد کرے تمھاری سوائے رحمٰن کے؟ نہیں ہیں کافر مگر

فِیْ غُرُوْرٍ ؗ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ

دھوکے ہی میں ○ بھلا کون ہے وہ جو رزق دے تمھیں اگر روک لے رحمٰن اپنا رزق؟

بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾

بلکہ وہ اڑے ہوئے ہیں سرکشی اور (حق سے) گریز پر ۞

اللہ تعالیٰ اپنے امر سے دور بھاگنے اور حق سے روگردانی کرنے والے سرکشوں سے فرماتا ہے: ﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ﴾ یعنی جب رحمٰن تمہارے ساتھ کوئی برائی کرنے کا ارادہ کرے تو کون سا تمہارا لشکر اس برائی کو تم سے دور کر سکتا ہے؟ یعنی رحمٰن کے سوا تمہارے دشمنوں کے خلاف کون تمھاری مدد کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی مدد کرنے والا، عزت عطا کرنے والا اور ذلت سے ہم کنار کرنے والا ہے اور اس کے سوا تمام مخلوق کسی بندے کی مدد کے لیے اکٹھی ہو جائے تو کسی بھی دشمن کے خلاف اسے ذرہ بھر فائدہ نہیں دے سکتی۔ پس کفار کا یہ جان لینے کے بعد کہ رحمٰن کے سوا کوئی ان کی مدد نہیں کر سکتا، اپنے کفر پر جمے رہنا فریب اور حماقت کے سوا کچھ نہیں۔

﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ﴾ یعنی رزق تمام تر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اگر وہ تم سے رزق کو روک لے تو کون تمہارے لیے رزق بھیج سکتا ہے؟ کیونکہ مخلوق تو خود اپنے رزق پر قادر نہیں، دوسروں کو کیسے رزق دے سکتی ہے؟ بندوں کو جو نعمت عطا ہوتی ہے وہ صرف اللہ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ پس رزق عطا کرنے والی اور نعمتوں سے بہرہ ور کرنے والی ہستی ہی اس بات کی مستحق ہے کہ اسی ایک کی عبادت کی جائے۔ مگر کفار ﴿لَّجُّوْا﴾ جمے ہوئے ہیں ﴿فِیْ عُتُوٍّ﴾ حق کے معاملے میں سختی اور درشتی میں ﴿وَّ نُفُوْرٍ﴾ ''اور نفرت میں۔'' یعنی حق سے دور بھاگتے ہیں۔

اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤى اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا

کیا پس جو شخص چلتا ہے اوندھا اپنے چہرے کے بل (وہ) زیادہ ہدایت والا ہے یا وہ شخص جو چلتا ہے سیدھا

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۲﴾

اوپر صراط مستقیم کے؟ ۞

یعنی ان دو شخصوں میں سے کون زیادہ ہدایت کی راہ پر ہے؟ کیا وہ شخص جو گمراہی میں سرگشتہ پھرتا ہے، اپنے کفر میں غرق ہے اور اس کی سمجھ الٹ گئی ہے اس کے نزدیک حق باطل اور باطل حق بن چکا ہے یا وہ شخص جو حق کا علم رکھنے والا، حق کو ترجیح دینے والا، حق پر عمل کرنے والا اور اپنے اقوال وافعال اور تمام احوال میں صراط مستقیم پر گامزن ہے؟ ان دونوں اشخاص کے احوال پر مجرد ایک نظر ڈالنے سے ہدایت یافتہ اور گمراہ کے درمیان فرق معلوم ہو جائے گا۔ احوال، اقوال سے بڑے گواہ ہیں۔

قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا

کہہ دیجیے: وہ (اللہ) وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا تمہیں اور اس نے بنائے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل، بہت ہی کم

مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَيَقُوْلُوْنَ

شکر کرتے ہو تم ○ کہہ دیجیے: وہ (اللہ) وہ ذات ہے جس نے پھیلایا تمھیں زمین میں اور اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے تم ○ اور کہتے ہیں وہ (کافر)

مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ

کب ہوگا یہ وعدہ (قیامت) اگر ہو تم سچے؟ ○ کہہ دیجیے! بلاشبہ اس کا علم تو صرف

عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۶﴾

اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو صرف ڈرانے والا ہوں صریح ○

اللہ تعالیٰ یہ حقیقت بیان کرتے ہوئے کہ وہی اکیلا معبود ہے، اپنے بندوں کو اپنے شکر کی طرف بلاتے ہوئے اور عبادت میں اپنے متفرد ہونے کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ﴾ یعنی وہی ہے جو کسی معاون اور مددگار کے بغیر تمھیں عدم سے وجود میں لایا، جب اس نے تمھیں پیدا کیا تو کانوں، آنکھوں اور دلوں کے ساتھ تمھارے وجود کی تکمیل کی جو بدن کے نافع ترین اور کامل ترین جسمانی اعضا ہیں۔ مگر ان نعمتوں کے باوجود ﴿قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾ ''تم کم ہی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہو'' تم میں شکر گزار لوگ اور شکر گزاری بہت کم ہے۔

﴿قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ ''کہہ دیجیے کہ وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلایا۔'' یعنی اس نے تمھیں زمین کے چاروں سمت پھیلایا اور اس کے کناروں تک تمھیں آباد کیا، تمھیں امر و نہی کا مکلف کیا، تمھیں نعمتوں سے سرفراز فرمایا جن سے تم فائدہ اٹھاتے ہو، پھر اس کے بعد قیامت کے دن وہ تمھیں اکٹھا کرے گا۔ مگر یہ معاندین حق، جزا و سزا کے اس وعدے کا انکار کرتے ہیں ﴿وَيَقُوْلُوْنَ﴾ اور تکذیب کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟'' انھوں نے انبیاء کی صداقت کی علامت یہ رکھی کہ انھیں قیامت کے دن کی آمد کے وقت کے بارے میں آگاہ کریں، جبکہ یہ ظلم اور عناد ہے۔ پس اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے مخلوق میں سے کسی کے پاس نہیں اور نہ اس خبر اور اس کے وقوع کے وقت کی خبر میں کوئی تلازم ہی ہے کیونکہ صداقت اپنے دلائل سے پہچانی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی صحت پر دلائل و براہین قائم کر دیے ہیں، اس شخص کے لیے ادنیٰ سا شک نہیں رہتا جو توجہ کے ساتھ سنتا ہے۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ

پس جب وہ دیکھیں گے اس (عذاب قیامت) کو قریب ہی تو بگڑ جائیں گے چہرے ان لوگوں کے جنھوں نے کفر کیا اور کہا جائے گا یہ ہے وہ جو تھے تم

بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ

(دنیا میں) اس کو مانگتے ○ کہہ دیجیے: خبر دو تم مجھے اگر ہلاک کر دے مجھے اللہ اور انکو بھی جو میرے ساتھ ہیں یا وہ رحم کرے ہم پر تو کون ہے

يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا

وہ جو پناہ دے کافروں کو دردناک عذاب سے؟○ کہہ دیجیے: وہ (اللہ) نہایت مہربان ہے ہم ایمان لائے اس پر اور اسی پر توکل کیا ہم نے

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ

پس عنقریب تم جان لوگے کون ہے وہ جو صریح گمراہی میں ہے؟○ کہہ دیجیے: خبر دو تم مجھے اگر ہو جائے تمہارا پانی

غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾

گہرا تو کون ہے وہ کہ لے آئے وہ تمہارے پاس پانی بہتا ہوا؟○

کفار کی تکذیب اور اس بنا پر ان کے فریب کا محل و مقام اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ اس دنیا میں ہیں، جب جزا و سزا کا دن ہوگا اور وہ عذاب کو ﴿زُلْفَةً﴾ اپنے قریب دیکھیں گے تو یہ انھیں بہت برا لگے گا اور انھیں خوف زدہ کر دے گا، ان کے چہرے بدل جائیں گے، ان کی تکذیب پر انھیں زجر و توبیخ کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: ''یہ وہی ہے جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔ آج تم نے اسے عیاں دیکھ لیا ہے اور تمام معاملہ تمہارے سامنے ظاہر ہو گیا ہے، تمہارے تمام اسباب منقطع ہو گئے ہیں اور اب عذاب بھگتنے کے سوا کچھ باقی نہیں۔''

چونکہ رسول مصطفیٰ ﷺ کو جھٹلانے والے جو آپ کی دعوت کو ٹھکراتے تھے، آپ کی ہلاکت اور آپ کے بارے میں گردش زمانہ کے منتظر تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان سے کہیں کہ اگر تمھاری آرزو پوری ہو بھی جائے اور اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے تو یہ چیز تمھیں کوئی فائدہ نہیں دے گی، کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور تم عذاب کے مستحق بن گئے۔ پس اب تمھیں دردناک عذاب سے کون بچا سکتا ہے جس کا تم پر واقع ہونا حتمی ہے؟ تب میری ہلاکت کے بارے میں تمھاری مشقت اور حرص غیر مفید ہے اور وہ تمہارے کچھ کام نہیں آئے گی۔

انھوں نے اپنے اس قول کا...... کہ وہ ہدایت پر ہیں اور رسول ﷺ گمراہی پر ہیں...... اعادہ کیا، اس کے اظہار میں جرأت دکھائی، اس پر جھگڑا اور لڑائی کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ اپنے حال اور آپ کی پیروی کرنے والوں کے حال سے آگاہ کر دیں جس سے ہر شخص پر ان کی ہدایت اور تقویٰ واضح ہو جائے اور وہ یہ کہنے کا حکم تھا: ﴿اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا﴾ ''ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے اس پر توکل کیا'' اور ایمان، باطنی تصدیق اور اعمال باطنہ و ظاہرہ کو شامل ہے۔

چونکہ تمام اعمال کا وجود اور ان کا کمال توکل پر موقوف ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمام اعمال میں سے توکل کا خاص طور پر ذکر کیا ورنہ توکل، ایمان اور اس کے جملہ لوازم میں داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (المائدۃ: ۲۳/۵) ''اور اللہ ہی پر بھروسا کرو اگر تم مومن ہو۔'' جب

رسول ﷺ اور ان لوگوں کا یہ حال ہے جو آپ کی پیروی کرتے ہیں...... اور یہ ایسا حال ہے جو فلاح کے لیے متعین ہے اور جس پر سعادت موقوف ہے...... اور آپ کے دشمنوں کا حال اس کے متضاد ہے، پس ان کے پاس ایمان ہے نہ توکل تب اس سے معلوم ہو گیا کہ کون ہدایت پر ہے اور کون کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے خبر دی کہ وہ نعمتیں عطا کرنے میں اکیلا اور متفرد ہے، خاص طور پر پانی کی نعمت جس سے اللہ تعالیٰ نے ہر زندہ چیز کو پیدا کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا﴾ ”کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر تمھارا پانی خشک ہو جائے۔“ یعنی گہرا چلا جائے ﴿فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ﴾ ”تو کون ہے جو تمہارے لیے شیریں پانی کا چشمہ بہا لائے“ جس کو تم خود پیتے ہو، اپنے مویشیوں کو پلاتے ہو اور اپنے باغات اور کھیتوں کو سیراب کرتے ہو؟ یہ استفہام بمعنی نفی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس پر قادر نہیں۔

تفسیر سورۃ القلم

سُوْرَةُ الْقَلَمِ (٦٨) مَكِّيَّةٌ (٢) — اٰيَاتُهَا ٥٢ — رُكُوْعَاتُهَا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝١ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝٢ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا

نٓ، قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں ○ نہیں ہیں آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے ○ اور بلاشبہ آپ کیلئے البتہ اجر ہے

غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝٣ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝٤ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝٥ بِاَيِّكُمُ

نہ ختم کیا جانیوالا ○ اور بیشک آپ خُلقِ عظیم پر (فائز) ہیں ○ پس عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے ○ کہ کون تم میں سے

الْمَفْتُوْنُ ۝٦ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ

دیوانہ ہے؟ ○ بلاشبہ آپ کا رب، وہی خوب جانتا ہے اس کو جو گمراہ ہوا اس کی راہ سے

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝٧

اور وہی خوب جانتا ہے راہ پانے والوں کو ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ”قلم“ کی قسم کھاتا ہے۔ یہ اسم جنس ہے جو ان تمام اقلام کو شامل ہے جن کے ذریعے سے مختلف علوم کو لکھا جاتا ہے اور جن کے ذریعے سے منثور اور منظوم کلام کو احاطۂ تحریر میں لایا جاتا ہے اور یہ اس حقیقت پر قسم ہے کہ قلم اور جو اس کے ذریعے سے مختلف انواع کا کلام لکھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، جو اس امر کی مستحق ہے کہ محمد ﷺ کی ان عیوب کے بارے میں براءت پر اس کی قسم کھائی جائے جو آپ کے دشمن آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں، یعنی جنون وغیرہ۔ پس آپ کے رب کی نعمت اور احسان سے ان عیوب کی آپ سے نفی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عقل کامل، عمدہ رائے اور فصاحت و بلاغت سے لبریز

کلام فیصل سے سرفراز فرمایا ہے جو بہترین کلام ہے جسے قلم لکھتے ہیں اور مخلوقات اسے قلم بند کرتی ہیں اور دنیا کے اندر یہی سعادت ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی اخروی سعادت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا ﴾ ''آپ کے لیے بہت بڑا اجر ہے'' جیسا کہ نکرہ سے مستفاد ہوتا ہے ﴿ غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ﴾ یعنی ایسا اجر جو کبھی منقطع نہیں ہوگا بلکہ دائمی اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اس کا سبب وہ اعمال صالحہ، اخلاق کاملہ اور ہر بھلائی کی طرف وہ راہ نمائی وغیرہ ہے جو نبی اکرم ﷺ سے صادر ہوئی ہے۔ ﴿ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴾ ''اور بے شک آپ بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہیں۔'' یعنی آپ اس اخلاق کی بنا پر بلند مرتبہ ہیں اور اپنے اس خلق عظیم کی بنا پر فوقیت رکھتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا ہے۔ آپ کے خلق عظیم کا حاصل وہ ہے جس کی تفسیر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس شخص کے سامنے بیان فرمائی تھی جس نے آپ کے اخلاق کے بارے میں ان سے پوچھا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: (كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ)[1] ''آپ کا خلق قرآن ہی ہے۔'' یہ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کی طرح ہے: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴾ (الأعراف: ١٩٩/٧) ''عفو کا رویہ اختیار کیجیے، نیکی کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے کنارہ کیجیے۔'' نیز فرمایا: ﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ﴾ (آل عمران: ١٥٩/٣) ''اللہ کی مہربانی سے، آپ ان کے لیے نرم خو واقع ہوئے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴾ (التوبة: ١٢٨/٩) ''تمھارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے، تمھاری تکلیف اس پر بہت گراں گزرتی ہے، تمھاری بھلائی کا وہ بہت خواہش مند ہے، اہل ایمان پر بہت شفقت کرنے والا اور ان پر نہایت مہربان ہے۔''

کتنا صحیح مصداق ہیں یہ آیات کریمہ جو آپ کے مکارم اخلاق سے متصف ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور وہ آیات کریمہ جو ہر قسم کے خلق جمیل کی ترغیب دیتی ہیں۔ وہ ان اوصاف میں کامل ترین اور جلیل ترین مقام پر فائز تھے اور ان خصائل میں سے ہر خصلت کی بلند چوٹی پر تھے۔ آپ بہت ہی نرم برتاؤ کرنے والے اور نرم خو تھے، لوگوں کے بہت قریب تھے، جو کوئی آپ کو دعوت دیتا آپ اس کی دعوت قبول کرتے تھے، جو کوئی آپ سے کسی حاجت کا طلب گار ہوتا آپ اس کی حاجت پوری کرتے تھے بلکہ آپ اس کی دل جوئی کرتے تھے۔ اگر آپ کے اصحاب کو آپ سے کام ہوتا، آپ اس کام پر ان کی موافقت کرتے اور اس بارے میں ان کی بات مانتے بشرطیکہ اس میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے بچنے کے لیے کہا گیا ہو۔ اگر کسی امر کا عزم فرماتے تو ان کو نظر انداز کر کے ان پر

[1] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل ......، حديث: ٧٤٦ و مسند أحمد: ٩١/٦.

اپنی رائے نہیں تھوپتے تھے بلکہ ان کے ساتھ مشاورت کرکے ان کی رائے لیتے تھے، ان کے اچھے کام کو قبول کر لیتے اور برائی کرنے والے سے درگزر کرتے تھے، کسی ہم نشین کے ساتھ معاشرت کرتے تو کامل ترین اور بہترین طریقے سے معاشرت کرتے، آپ کبھی اپنی پیشانی پر بل ڈالتے نہ آپ کبھی کوئی سخت بات کہتے، نہ آپ اس سے منہ موڑتے، نہ آپ اس کی زبان کی لغزش پر گرفت کرتے اور نہ اس کی طرف سے کسی سخت رویے پر مؤاخذہ فرماتے بلکہ اس کے ساتھ انتہائی حسن سلوک سے پیش آتے اور اسے انتہائی حد تک برداشت کرتے۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو بلند ترین مقام پر فائز فرمایا اور آپ کے دشمن آپ کی طرف منسوب کرتے تھے کہ آپ مجنون اور دیوانے ہیں تو فرمایا: ﴿فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ﴾ ”پس عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے۔“ اور یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ ہدایت یافتہ، اپنے لیے اور دوسروں کے لیے سب سے زیادہ کامل ہیں، نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ آپ کے دشمن، لوگوں میں سب سے زیادہ گمراہ اور سب سے زیادہ شر پسند ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے بندوں کو فتنے میں ڈالا اور ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا علم کافی ہے، وہی محاسبہ کرنے والا اور جزا دینے والا ہے۔ اور ﴿هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ ”وہ اس کو خوب جانتا ہے جو اس کے راستے سے بھٹک گیا اور ان کو بھی خوب جانتا ہے جو سیدھے راستے پر چل رہے ہیں۔“ اس میں گمراہ لوگوں کے لیے تہدید اور ہدایت یافتہ لوگوں کے لیے وعدہ ہے، نیز اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کا بیان ہے کہ وہ اس شخص کو ہدایت سے نوازتا ہے جو ہدایت کے لائق ہوتا ہے۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝٨ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝٩ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ

پس نہ اطاعت کریں آپ تکذیب کرنیوالوں کی ○ وہ چاہتے ہیں کہ آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں ○ اور نہ اطاعت کریں آپ ہر قسمیں کھانیوالے

مَّهِيْنٍ ۝١٠ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۝١١ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝١٢ عُتُلٍّۭ بَعْدَ

نہایت حقیر کی ○ جو بڑا ہی عیب جو، چلتا پھرتا چغل خور ہے ○ بہت روکنے والا بھلائی سے حد سے گزرنے والا سخت گناہ گار ہے ○ اُجڈ علاوہ

ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝١٣ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝١٤ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا

اس کے حرام زادہ ہے ○ یہ اس لئے کہ (وہ) مال اور بیٹوں والا ہے ○ جب تلاوت کی جاتی ہیں اس پر ہماری آیات

قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٥ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝١٦

تو کہتا ہے (یہ) افسانے ہیں پہلوں کے ○ عنقریب ہم داغ لگائیں گے اسے (اس کی) سونڈ (ناک) پر ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ جنہوں نے آپ کو جھٹلایا اور حق کے ساتھ عناد رکھا یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی اطاعت کی جائے کیونکہ یہ صرف اسی بات کا حکم دیتے ہیں جو ان کی

خواہشات نفس کے موافق ہوتی ہے اور یہ باطل کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔ پس ان کی اطاعت کرنے والا اس چیز کی طرف بڑھتا ہے جو اس کے لیے نقصان دہ ہے۔ یہ آیت کریمہ ہر جھٹلانے والے اور ہر اس اطاعت کے لیے عام ہے جو تکذیب سے جنم لیتی ہے اگرچہ اس کا سیاق ایک خاص معاملے میں ہے اور وہ یہ ہے کہ کفار نے آپ سے مطالبہ کیا تھا کہ آپ ان کے معبودوں اور ان کے دین کے بارے میں خاموش ہو جائیں، وہ بھی آپ کے بارے میں خاموش رہیں گے، لہٰذا فرمایا: ﴿ وَدُّوْا ﴾ یعنی مشرکین چاہتے ہیں ﴿ لَوْ تُدْهِنُ ﴾ کہ آپ ان کے موقف سے موافقت کریں قول کے ذریعے سے یا فعل کے ذریعے سے، یا جہاں کلام کرنا ضروری ٹھہرتا ہو وہاں خاموش رہیں ﴿ فَيُدْهِنُوْنَ ﴾ ''تو وہ بھی نرم ہو جائیں۔'' مگر آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حق کو کھلم کھلا بیان کیا اور دین اسلام کا اظہار کیا کیونکہ اس کا کامل اظہار، اس کی ضد کے نقض اور اس کے متناقض نظریات کے عیب کا اظہار ہے۔

﴿ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ ﴾ ''اور کسی ایسے شخص کی بات نہ ماننا جو بہت قسمیں کھانے والا ہو۔'' کیونکہ اتنی زیادہ قسمیں کھانے والا جھوٹا ہی ہو سکتا ہے، اور آدمی جھوٹا نہیں ہو سکتا جب تک وہ ﴿ مَّهِيْنٍ ﴾ خسیس النفس اور دانائی سے تہی دست نہ ہو اور اسے بھلائی میں کوئی رغبت نہ ہو بلکہ اس کا ارادہ اس کے خسیس نفس کی شہوات پر مرتکز ہو۔ ﴿ هَمَّازٍ ﴾ یعنی جو لوگوں کی بہت زیادہ عیب چینی کرتا ہے اور غیبت واستہزا کے ذریعے سے طعنہ زنی کرتا ہے ﴿ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ﴾ یعنی لوگوں کے درمیان چغل خوری کرتا پھرتا ہے۔ چغل خوری یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان فساد ڈالنے اور عداوت اور بغض پیدا کرنے کی غرض سے ایک کی بات دوسرے تک پہنچائی جائے۔ ﴿ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ ﴾ بھلائی، یعنی نفقات واجبہ، کفارہ اور زکوٰۃ وغیرہ، جس کا قیام اس پر لازم تھا، سے منع کرنے والا ہے۔ ﴿ مُعْتَدٍ ﴾ مخلوق پر زیادتی کرنے والا، لوگوں کی جان و مال اور ان کی ناموس پر ظلم کرنے والا ﴿ اَثِيْمٍ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے حقوق سے متعلق بہت زیادہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والا۔ ﴿ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ ﴾ یعنی درشت خو، بدخلق اور سخت طبیعت رکھنے والا جو حق کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ﴿ زَنِيْمٍ ﴾ ''بدذات ہے'' یعنی مجہول النسب جس کی کوئی اصل ہے نہ ایسا مادہ کہ جس سے کوئی بھلائی منتج ہوتی ہے بلکہ اس کے اخلاق بدترین اخلاق ہیں۔ اس سے فلاح کی امید نہیں اور اس میں شر کی علامت ہے جس سے وہ پہچانا جاتا ہے۔

ان تمام آیات کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص کی اطاعت سے روکا ہے جو نہایت کثرت سے قسمیں کھانے والا، سخت جھوٹا، خسیس النفس، نہایت بداخلاق، خاص طور پر وہ ایسے برے اخلاق کا مالک ہے جو خود پسند، مخلوق اور حق کے مقابلے میں تکبر واستکبار، غیبت، چغلی اور طعنہ زنی کے ذریعے سے لوگوں سے حقارت کا رویہ رکھنے اور گناہوں کی کثرت کے متضمن ہیں۔

یہ آیات کریمہ...... اگرچہ بعض مشرکین کے بارے میں نازل ہوئیں، مثلاً: ولید بن مغیرہ وغیرہ کیونکہ اس

کے بارے میں فرمایا: ﴿اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ○ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ کیونکہ اپنے مال اور اولاد کی وجہ سے اس نے سرکشی اختیار کی، حق کے مقابلے میں تکبر و استکبار کا مظاہرہ کیا، جب حق اس کے پاس آیا تو اس نے اسے ٹھکرا دیا اور اسے پہلوں کے قصے کہانیاں قرار دیا جن میں سچ اور جھوٹ دونوں ممکن ہیں...... لیکن یہ آیات کریمہ ہر اس شخص کے بارے میں عام ہیں جو اس وصف سے متصف ہو کیونکہ قرآن کریم تمام مخلوق کی ہدایت کے لیے نازل ہوا اور اس میں امت کے اولین و آخرین سب داخل ہیں۔ بسا اوقات بعض آیات کسی خاص سبب یا کسی خاص شخص کے بارے میں نازل ہوتی ہیں تاکہ ان سے عام قاعدہ واضح ہو جائے اور عام قضیوں میں داخل جزئیات کی مثالوں کی معرفت حاصل ہو جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو وعید سنائی ہے جس سے یہ سب کچھ واقع ہوا جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب میں اس کی ناک پر داغ لگائے گا اور اسے ظاہری عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اس کے چہرے پر داغ اور علامت لگی ہوگی جہاں داغ کا لگایا جانا سب سے زیادہ شاق گزرتا ہے۔

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَ

بلاشبہ ہم نے آزمایا ہے انکو جیسے آزمایا تھا ہم نے باغ والوں کو جب انہوں نے قسمیں کھائیں کہ وہ ضرور کاٹ (توڑ) لیں گے (پھل) اسکا صبح ہوتے ہی○اور

لَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَ هُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾ فَاَصْبَحَتْ

نہیں کہتے تھے وہ ان شاء اللہ○ پس پھر گیا اس باغ پر ایک (عذاب) پھرنے والا آپکے رب کی طرف سے جب کہ وہ سو رہے تھے○ تو ہو گیا وہ باغ

كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۰﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

مانند کٹی ہوئی کھیتی کے○ پس ایک دوسرے کو پکارا انہوں نے صبح ہوتے ہی○ یہ کہ سویرے (سویرے) چلو تم اپنی کھیتی پر اگر ہو تم

صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ

(پھل) توڑنے والے○ چنانچہ وہ چل پڑے اور وہ چپکے چپکے آپس میں کہہ رہے تھے○ کہ (قطعاً) نہ داخل ہونے پائے باغ میں آج تم پر

مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾ وَّ غَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾

کوئی مسکین○ اور وہ صبح سویرے نکلے (مسکین کو) روکنے پر قادر (سمجھتے ہوئے)○ پس جب انہوں نے دیکھا اسکو تو کہا یقیناً ہم البتہ (راہ) بھول گئے ہیں○

بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْ لَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا

(نہیں) بلکہ ہم تو محروم ہو گئے○ کہا ان میں سے بہتر نے: کیا نہیں کہا تھا میں نے تمہیں کیوں نہیں تم تسبیح کرتے؟○ انہوں نے کہا:

سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا

پاک ہے ہمارا رب، بلاشبہ ہم ہی تھے ظالم○ پس متوجہ ہوا ایک انکا دوسرے پر آپس میں ملامت کرتے ہوئے○ انہوں نے کہا:

يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا

ہائے افسوس ہم پر! بلاشبہ ہم ہی تھے سرکش○ امید ہے ہمارا رب یہ کہ بدلے میں دے وہ ہمارے لیے بہتر اس سے، بیشک ہم اپنے رب کی طرف

رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ ع

وقف لازم

رغبت کرنیوالے ہیں O اسی طرح ہوتا ہے عذاب اور البتہ عذاب آخرت (اس سے) بہت بڑا ہے' کاش کہ ہوتے وہ جانتے O

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے ان جھٹلانے والوں کو بھلائی کے ساتھ آزمایا، ہم نے انھیں مہلت دی اور ہم نے انکی خواہشات نفس کے موافق مال و دولت اور لمبی عمر وغیرہ میں سے جس سے چاہا انھیں نوازا۔ اس کا سبب یہ نہ تھا کہ ہمارے نزدیک ان کی کرامت تھی بلکہ بسا اوقات یہ سب کچھ انھیں استدراج کے طور پر عطا کیا جاتا ہے جس کا انھیں علم تک نہیں ہوتا۔ پس ان کا ان نعمتوں کی وجہ سے دھوکے میں مبتلا ہونا، اس باغ والوں کی فریب خوردگی کی مانند ہے جو باغ کی ملکیت میں شریک تھے۔ جب درختوں کے پھل لگ گئے اور پھلوں نے رنگ پکڑ لیا اور ان کی برداشت کا وقت آن پہنچا، انھیں یقین تھا کہ باغ کی فصل ان کے ہاتھ میں ہے اور کوئی ایسا مانع نہیں جو باغ کی فصل برداشت کرنے سے روکے، اس لیے ان تمام شرکا نے قسم کھائی اور کسی استثنا (اِنْ شَاءَ اللّٰہ کہنے) کے بغیر حلف اٹھایا کہ وہ فصل کاٹیں گے، یعنی صبح کے وقت اس کے پھل چنیں گے۔ انھیں اس بات کا ہرگز علم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی گھات میں ہے اور عذاب ان کو پیچھے چھوڑ دے گا اور ان سے آگے بڑھ کر باغ کو جالے گا۔

﴿فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ﴾ ''پس تمہارے رب کی طرف سے اس پر ایک آفت پڑ گئی'' یعنی ایک عذاب جو رات کے وقت اس باغ پر نازل ہوا ﴿وَهُمْ نَآئِمُوْنَ﴾ ''اور وہ محو خواب تھے۔'' پس اس عذاب نے اسے تباہ و برباد کر دیا ﴿فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ﴾ ''پس وہ ایسے ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی'' یعنی اندھیری رات کی مانند، تمام درخت اور پھل ملیامیٹ ہو گئے مگر انھیں نازل ہونے والی اس مصیبت کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا، اس لیے جب صبح ہوئی تو انھوں نے ایک دوسرے کو یہ کہتے ہوئے آواز دی: ﴿اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ○ فَانْطَلَقُوْا﴾ ''اگر تم کو کاٹنا ہے تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی جا پہنچو، پس وہ چل پڑے'' باغ کا قصد کر کے ﴿وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ﴾ اور ان کی حالت یہ تھی کہ وہ آپس میں چپکے چپکے اللہ تعالیٰ کے حق سے ایک دوسرے کو روکتے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ﴿لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ﴾ ''آج تمہارے پاس کوئی فقیر نہ آنے پائے۔'' یعنی لوگوں کے پھیلنے سے پہلے، صبح صبح گھروں سے نکل پڑو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ فقراء اور مساکین کو محروم کرنے کے لیے باہم تلقین کرتے جا رہے تھے۔

﴿وَّغَدَوْا﴾ انتہائی بری، قساوت اور بے رحمی کی حالت میں انھوں نے صبح کی ﴿عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ﴾ یعنی گویا کہ وہ یہ گمان رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق کو روکنے پر قادر ہیں اور انھیں پختہ یقین ہے کہ وہ اس باغ پر قدرت رکھتے ہیں۔ ﴿فَلَمَّا رَاَوْهَا﴾ جب انھوں نے باغ کو اس وصف پر دیکھا جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ کٹی ہوئی کھیتی کی مانند تھا ﴿قَالُوْٓا﴾ تو انھوں نے حیرت اور بے قراری سے کہا: ﴿اِنَّا لَضَآلُّوْنَ﴾ ہم باغ سے بھٹک

گئے ہیں، شاید یہ کوئی اور باغ ہو۔ پس جب متحقق ہوگیا کہ یہ وہی باغ ہے اور ان کے عقل و حواس لوٹے تو کہنے لگے: ﴿ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴾ ہم اس باغ سے محروم ہیں۔ اس وقت وہ پہچان گئے کہ یہ سزا ہے۔ ﴿ قَالَ اَوْسَطُهُمْ ﴾ یعنی ان میں سے سب سے زیادہ انصاف پسند اور سب سے اچھا طریقہ رکھنے والے نے کہا: ﴿ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْ لَا تُسَبِّحُوْنَ ﴾ کیا میں نے تمھیں نہیں کہا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے منزہ کیوں قرار نہیں دیتے جو اس کے لائق نہیں؟ ان میں سے ایک یہ کہ تمھارا گمان ہے کہ تمھاری قدرت ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے، تم نے (اِنْ شَآءَ اللّٰهُ) کہہ کر استثنا کیا ہوتا اور اپنی مشیت کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع کیا ہوتا، تو تمہارے ساتھ وہ کچھ نہ ہوتا جو ہوا ہے۔

﴿ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴾ ”وہ کہنے لگے کہ ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہم ہی قصور وار تھے۔“ اس کے بعد انھوں نے اپنی کوتاہی کا تدارک کیا مگر اس وقت جب ان کے باغ پر عذاب نازل ہو چکا تھا جو اٹھایا نہیں جا سکتا تھا۔ ہوسکتا ہے ان کی یہ تسبیح، اپنی جانوں پر ظلم کرنے کا اقرار، تخفیف گناہ میں کوئی فائدہ دے اور توبہ بن جائے، اس لیے وہ سخت نادم ہوئے۔ ﴿ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَلَاوَمُوْنَ ﴾ جو کچھ ان سے صادر ہوا اور جو کچھ انھوں نے کیا اس بارے میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ ﴿ قَالُوْا یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِیْنَ ﴾ ”کہنے لگے: ہائے شامت! ہم ہی حد سے بڑھ گئے تھے۔“ یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے حق اور اس کے بندوں کے حق کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے والے تھے۔

﴿ عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴾ پس انھوں نے اس امید کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ انھیں اس سے بہتر عطا کرے گا اور انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوں گے اور اس دنیا میں اس کے سامنے اصرار کے ساتھ التجائیں کرتے رہیں گے۔ پس اگر وہ ایسے ہی تھے جیسے وہ کہتے تھے تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کے حال کو بدل دیا ہوگا کیونکہ جو کوئی صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے، اس کی طرف راغب ہوتا ہے اور اس کے ساتھ امید وابستہ کرتا ہے تو وہ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے وہ اسے عطا کرتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو کچھ وقوع پذیر ہوا، اسے بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ﴾ یعنی اس شخص کے لیے اسی طرح دنیاوی عذاب ہے جو عذاب کے اسباب کو اختیار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے وہ چیز سلب کرلے جس کی بنیاد پر اس نے سرکشی اور بغاوت کا رویہ اپنایا اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی، نیز یہ کہ وہ اس سے وہ چیز زائل کر دے جس کا وہ سب سے زیادہ ضرورت مند ہے ﴿ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ﴾ دنیا کے عذاب سے آخرت کا عذاب زیادہ بڑا ہے ﴿ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴾ ”کاش انھیں سمجھ ہوتی۔“ کیونکہ جو کوئی اس حقیقت کو جانتا ہے تو یہ علم اسے ہر اس سبب سے باز رکھتا ہے جو عذاب کا موجب اور ثواب سے محروم رکھنے والا ہے۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ

بلاشبہ متقی لوگوں کے لیے ان کے رب کے ہاں باغات ہیں نعمت کے ○ کیا پس ہم کر دیں گے مسلمانوں کو

كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾

مجرموں کی طرح؟○ کیا ہے تمہیں کیسے فیصلے کرتے ہو تم؟○ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے کہ اس میں تم پڑھتے ہو؟○

اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

کہ بلاشبہ تمہارے لیے اس میں البتہ وہ چیز ہے جو تم پسند کرتے ہو○ کیا تمہارے لیے قسمیں ہیں ہمارے ذمے انتہائی پختہ یوم قیامت تک،

اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ

کہ یقیناً تمہارے لیے البتہ وہ ہوگا جو تم فیصلہ کرو گے؟○ پوچھیے ان سے کون ان میں سے اس (بات) کا ضامن ہے؟○ کیا ان کیلئے (ہمارے) شریک ہیں؟

فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۴۱﴾

تو چاہیے کہ لے آئیں وہ اپنے شریکوں کو اگر ہیں وہ سچے○

اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جو اس نے کفر اور معاصی سے بچنے والوں کے لیے تیار کر رکھی ہیں، یعنی مختلف انواع کی نعمتیں اور اکرم الاکرمین کے جوار میں ہر قسم کے تکدر سے پاک زندگی، نیز وہ آگاہ فرماتا ہے کہ اس کی حکمت تقاضا نہیں کرتی کہ وہ اہل تقویٰ، اپنے رب کے فرماں بردار بندوں، اس کے احکام کی تعمیل کرنے والوں اور اس کی مرضی کی اتباع کرنے والوں کو مجرموں کے برابر قرار دے جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، اس کی آیات اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر اور اس کے اولیاء کے ساتھ محاربت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ جو کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو ثواب میں برابر قرار دے گا تو اس نے نہایت برا فیصلہ کیا ہے اس کا فیصلہ باطل اور اس کی رائے فاسد ہے۔

اور مجرم جب یہ دعویٰ کرتے ہیں تو ان کے پاس کوئی سند ہے نہ کوئی ایسی کتاب ہے جسے یہ پڑھتے اور اس کی تلاوت کرتے ہوں کہ وہ جنتی ہیں اور انھیں ہر وہ چیز حاصل ہوگی جو وہ منتخب کریں گے اور طلب کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت تک ان کے لیے اس بات کا کوئی عہد ہے نہ حلف کہ ان کے لیے وہ سب کچھ ہو جس کا وہ فیصلہ کریں اور جو کچھ وہ طلب کرتے ہیں، اس کے حصول میں ان کے کوئی شریک اور معاون بھی نہیں ہیں۔ اگر ان کے شرکا اور معاون و مددگار ہیں تو ان کو لائیں اگر وہ سچے ہیں۔ یہ بات معلوم ہے کہ یہ سب کچھ بہت بعید ہے، ان کے پاس کوئی کتاب ہے نہ نجات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے کوئی عہد ہے اور نہ ان کے شریک ہیں جو ان کی مدد کریں، پس معلوم ہوا کہ ان کا دعویٰ باطل اور فاسد ہے۔ ﴿سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ﴾ یعنی ان سے پوچھو کہ اس دعویٰ کی کون ذمہ داری اٹھاتا ہے جس کا بطلان واضح ہے۔ کسی کے لیے ممکن نہیں کہ وہ اسے لے کر آگے بڑھے اور نہ وہ اس میں ضامن ہی بن سکتا ہے۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً

جس دن کھولا جائے گا پنڈلی سے اور بلائے جائیں گے وہ سجدے کی طرف تو نہیں استطاعت رکھیں گے وہ○ جھکی ہوں گی

اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

ان کی نگاہیں، ڈھانپتی ہوگی انہیں ذلت، اور تحقیق تھے وہ بلائے جاتے طرف سجدے (عبادت) کی جب کہ وہ صحیح سالم تھے ○

یعنی جب قیامت کا دن ہوگا اور ایسے ایسے زلزلے اور ہولناکیاں ظاہر ہوں گی جو وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتیں، باری تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کرنے اور ان کو جزا وسزا دینے کے لیے تشریف لائے گا۔ پس وہ اپنی مکرم پنڈلی کو ظاہر کرے گا جس سے کوئی چیز مشابہت نہیں رکھتی، لوگ اللہ تعالیٰ کا جلال اور عظمت دیکھیں گے جس کی تعبیر ممکن نہیں۔ یہی وہ وقت ہوگا جب ان کو سجدے کے لیے کہا جائے گا، مومن اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے جو (دنیا میں) اپنی مرضی اور اختیار سے سجدہ کیا کرتے تھے۔

منافق اور فاجر سجدہ کرنے کی کوشش کریں گے مگر وہ سجدہ کرنے پر قادر نہیں ہوں گے، ان کی کمریں ایسی ہو جائیں گی جیسے گائے کے سینگ جو جھک نہ سکیں گی۔ یہ جزا ان کے عمل کی جنس میں سے ہے کیونکہ دنیا کے اندر انہیں سجدے کرنے، توحید اور عبادت کے لیے بلایا جاتا، درآں حالیکہ وہ صحیح سلامت ہوتے تھے اور ان میں کوئی بیماری نہ ہوتی تھی تو وہ تکبر واستکبار سے سجدے سے انکار کر دیتے تھے۔ اس دن ان کے حال اور برے انجام کے بارے میں مت پوچھ کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ ان پر سخت ناراض ہوگا، کلمۂ عذاب ان پر حق ثابت ہوگا، ان کے تمام اسباب منقطع ہو جائیں گے اور قیامت کے روز ندامت اور اعتذار کوئی فائدہ نہ دیں گے۔ پس اس آیت میں ایسی چیزوں کا بیان ہے جو قلوب کو گناہوں پر قائم رہنے سے ڈراتی ہیں اور مدت امکان کے اندر تدارک کی موجب ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾

پس چھوڑ دیجیے مجھے اور اسکو جو جھٹلاتا ہے اس حدیث (قرآن) کو یقیناً ہم آہستہ آہستہ لے جائیں گے انکو (تباہی کی طرف) اس طرح کہ وہ نہیں جانیں گے ○

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۴۵﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾

اور ڈھیل دیتا ہوں میں انکو بلاشبہ میری تدبیر نہایت مضبوط ہے ○ کیا آپ مانگتے ہیں ان سے کوئی اجر، پس وہ تاوان سے بوجھل ہیں؟ ○

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ

کیا انکے پاس (علم) غیب ہے پس وہ (اس سے) لکھتے ہیں؟ ○ پس آپ صبر کیجیے اپنے رب کے حکم کیلئے اور نہ ہوں آپ

كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾ لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ

مانند (یونس) مچھلی والے کے جب اس نے پکارا (اللہ کو) جبکہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا ○ اگر نہ ہوتی یہ بات کہ پا لیا اسکو احسان نے اسکے رب کے،

لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾

تو ضرور پھینکا جاتا وہ چٹیل میدان میں جبکہ وہ مذموم ہوتا ○ پس چن لیا اسکو اسکے رب نے اور (دوبارہ) کر دیا اس نے اسکو صالحین میں سے ○

وقف لازم

الربع ع ۲ وقف لازم

وَاِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَیَقُوْلُوْنَ

اور تحقیق قریب ہیں وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا کہ وہ پھسلا دیں آپکو اپنی تیز نظروں سے جب وہ سنتے ہیں ذکر (قرآن) اور وہ کہتے ہیں:

اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۲﴾

بلاشبہ وہ ضرور دیوانہ ہے ○ اور نہیں ہے وہ (قرآن) مگر نصیحت جہانوں کے لیے ○

یعنی چھوڑو مجھے! مجھے قرآن کو جھٹلانے والوں سے سمجھ لینے دو، ان کی جزا میرے ذمے ہے، ان کے لیے جلدی نہ مچا، پس ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ''عنقریب ہم انھیں تدریج کیساتھ پکڑیں گے کہ انھیں معلوم بھی نہ ہوگا۔'' ہم انھیں مال اور اولاد کی کثرت سے بہرہ مند کرتے ہیں، ہم ان کے رزق اور اعمال کو زیادہ کرتے ہیں تاکہ وہ فریب میں مبتلا رہیں اور ایسے کاموں پر جمے رہیں جو ان کو نقصان پہنچائیں گے۔ یہ ان کے خلاف اللہ تعالیٰ کی چال ہے اور اپنے دشمنوں کے خلاف اللہ تعالیٰ کی چال بہت مضبوط اور طاقت ور ہوتی ہے جو ان کو نقصان پہنچانے اور سزا دینے میں بہت کارگر ہے۔

﴿اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ﴾ ان کے آپ سے دور بھاگنے اور آپ کی تصدیق نہ کرنے کا کوئی سبب نہیں جو اس کا موجب ہو کیونکہ آپ تو ان کے مال میں سے کوئی تاوان لیے بغیر، جو ان پر بوجھ ہو، محض ان کے مصالح کی خاطر ان کو تعلیم دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ ﴿اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ﴾ ان کے پاس غیب کا علم نہیں کہ وہ اس بات کو پا چکے ہوں کہ وہ حق پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ثواب سے بہرہ ور ہوں گے۔ یہ معاملہ جیسا بھی ہے، ان کا حال تو ایک معاند اور ظالم کا سا ہے، پس اس کے سوا کچھ باقی نہیں کہ ان کی ایذارسانیوں پر صبر کیا جائے اور جو کچھ ان سے صادر ہو رہا ہے اس پر تحمل کا مظاہرہ کیا جائے اور ان کو بار بار دعوت دی جائے۔

اس لیے فرمایا: ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے شرعاً اور قدراً جو فیصلہ کیا ہے اس پر صبر کیجیے۔ حکم قدری یہ ہے کہ ایذا پر صبر کیا جائے، ناراضی اور بے صبری کے ساتھ ان کا سامنا نہ کیا جائے، حکم شرعی کو قبول کیا جائے، اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے اور اس کے امر کی اطاعت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ﴾ ''اور مچھلی والے کی طرح نہ ہونا'' اور وہ ہیں یونس بن متی علیہ السلام یعنی اس حال میں حضرت یونس علیہ السلام کی مشابہت اختیار نہ کیجیے جو حال مچھلی کے پیٹ میں ان کے محبوس ہونے کا باعث بنا اور وہ ہے اپنی قوم پر ان کا عدم صبر جو آپ سے مطلوب تھا اور اپنے رب سے ناراض ہو کر جانا حتیٰ کہ آپ کشتی میں سوار ہوئے، جب کشتی بوجھل ہو گئی تو کشتی والوں نے آپس میں قرعہ اندازی کی کہ کشتی کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ان میں سے کس کو سمندر کے اندر پھینکا جائے۔ پس حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر قرعہ پڑا ﴿فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِیْمٌ﴾ (الصّٰفّٰت: ۱٤۲/۳۷)

’’پس ان کو مچھلی نے نگل لیا اور وہ قابل ملامت کام کرنے والے تھے۔‘‘

﴿ اِذْ نَادٰی وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴾ یعنی انھوں نے پکارا جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے اور ان پر دروازہ بند کر دیا گیا تھا یا یہ کہ انھوں نے پکارا اور وہ ہم وغم سے لبریز تھے، چنانچہ کہا: ﴿ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ (الأنبیاء: ۸۷/۲۱) ’’تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی، چنانچہ مچھلی نے انھیں، جب کہ وہ بیمار تھے، چٹیل میدان میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کدو کی بیل اگا دی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا: ﴿ لَوْلَاۤ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ ﴾ ’’اگر اسکے رب کی مہربانی ان کی یاوری نہ کرتی تو وہ چٹیل میدان میں ڈال دیے جاتے۔‘‘ یعنی انھیں چٹیل میدان میں پھینک دیا جاتا (اَلْعَرَاء) سے مراد (ہر قسم کی نباتات سے) خالی زمین ہے۔

﴿ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴾ ’’اور وہ برے حال میں ہوتے۔‘‘ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے ڈھانپ دیا، ان کو اس حال میں پھینک دیا گیا کہ وہ ممدوح تھے اور ان کی یہ حالت پہلی حالت سے بہتر ہوگئی۔ ﴿ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب کر لیا اور ان کو ہر کدورت سے پاک کر دیا ﴿ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴾ ’’اور ان کو نیکوکاروں میں سے کر دیا۔‘‘ یعنی وہ لوگ جن کے اعمال واقوال اور نیت واحوال درست ہیں۔

ہمارے نبیٔ کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی، پس اپنے رب کے فیصلے پر ایسا صبر کیا کہ کائنات میں کوئی شخص صبر کے اس درجے کو نہیں پا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انجام کار آپ کے لیے متعین کر دیا ﴿ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴾ (الأعراف: ۱۲۸/۷) ’’اور بہتر انجام متقین کے لیے ہے۔‘‘ آپ کے دشمنوں کو اس میں اس چیز کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا جو ان کو بری لگتی تھی حتی کہ ان کی بڑی خواہش تھی کہ وہ آپ کو غصے کی نظر سے گھور کر دیکھیں، حسد، کینہ اور غیظ وغضب کی بنا پر آپ کو نظر لگا دیں۔ یہ تھی اذیت فعلی میں ان کی انتہائے قدرت اور اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ وناصر تھا۔

رہی اذیت قولی تو جو جی میں آتا تھا اس کے مطابق مختلف باتیں کہتے تھے۔ کبھی کہتے تھے کہ یہ مجنون ہے کبھی کہتے تھے شاعر ہے اور کبھی کہتے تھے جادوگر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴾ یعنی یہ قرآن عظیم اور ذکر حکیم جہان والوں کے لیے نصیحت کے سوا کچھ نہیں جس کے ذریعے سے وہ اپنے دینی اور دنیاوی مصالح میں نصیحت حاصل کرتے ہیں...... اور ہر قسم کی ستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

تفسیر سورۃ الحاقۃ

سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ (۶۹) مَكِّيَّةٌ (۷۸) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۵۲ رُكُوْعَاتُهَا ۲

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اَلْحَاۗقَّةُ ۝١ مَا الْحَاۗقَّةُ ۝٢ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاۗقَّةُ ۝٣ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ

ثابت ہونے والی○ کیا ہے ثابت ہونے والی؟○ اور کس چیز نے خبر دی آپکو کیا ہے ثابت ہونے والی؟○ جھٹلایا تھا ثمود و عاد نے

بِالْقَارِعَةِ ۝٤ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝٥ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ

کھڑکھڑانے والی کو○ پس لیکن ثمود، تو ہلاک کیے گئے وہ حد سے گزر جانے والی (خوفناک آواز) سے○ اور لیکن عاد، تو ہلاک کیے گئے وہ یخ ہوا

عَاتِيَةٍ ۝٦ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ

سرکش (آندھی) سے○ مسلط کر دیا تھا اس (اللہ) نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن جڑ کاٹ دینے (فنا کرنے) کیلئے پس تو دیکھتا اس قوم کو

فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝٧ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝٨

اس میں پچھاڑے (ہلاک کیے) ہوئے گویا کہ وہ کھوکھلے تنے ہیں گری ہوئی کھجوروں کے○ تو کیا تو دیکھتا ہے ان میں سے کوئی بھی باقی؟○

﴿ اَلْحَاۗقَّةُ ﴾ یہ قیامت کے ناموں میں سے ہے، کیونکہ یہ ثابت اور واجب ہے اور مخلوق پر نازل ہوگی، اس میں تمام امور کے حقائق اور سینوں کے بھید ظاہر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان: ﴿ اَلْحَاۗقَّةُ ○ مَا الْحَاۗقَّةُ ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاۗقَّةُ ﴾ کے تکرار کے ذریعے سے اس کی عظمتِ شان اور تفخیم بیان فرمائی ہے۔ اس کی شان بہت عظیم ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے احوال کے نمونے کا ذکر فرمایا جو دنیا میں موجود ہے جس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ وہ سخت عقوبتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے سرکش قوموں پر نازل فرمائیں، چنانچہ فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ ﴾ ثمود ایک مشہور قبیلہ ہے جو حجر کے علاقے میں آباد تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف اپنے رسول حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا جو ان کو شرک سے روکتے تھے اور ان کو توحید کا حکم دیتے تھے، پس انھوں نے حضرت صالح کی دعوت کو ٹھکرا دیا، ان کو جھٹلایا اور قیامت کے روز کو جھٹلایا جس کے بارے میں حضرت صالح علیہ السلام نے خبر دی تھی اور وہ یہی کھڑکھڑانے والی ہے جو مخلوق کو اپنی ہولناکیوں سے ہلاک کر ڈالے گی۔

اسی طرح عاد اولیٰ کو ہلاک کر ڈالا جو حضر موت کے باشندے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف اپنے رسول ہود علیہ السلام کو بھیجا جو انھیں اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے تو انھوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب کی اور قیامت کے متعلق حضرت ہود علیہ السلام نے جو خبر دی تھی اس کا انکار کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فوری عذاب کے ذریعے سے دونوں قوموں کو ہلاک کر ڈالا ﴿ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴾ ''پس ثمود تو کڑک سے ہلاک کر دیے گئے۔'' اور وہ ایک زبردست اور انتہائی کرخت چنگھاڑ تھی جس نے ان کے دلوں کو پارہ پارہ کر دیا اور ان کی روحیں پرواز کر گئیں اور وہ مردہ پڑے رہ گئے کہ ان کی رہائش گاہوں اور ان کی لاشوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔

﴿ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ ﴾ ''اور رہے عاد تو انھیں نہایت تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیا۔'' یعنی بہت طاقت ور اور طوفانی ہوا جس کی آواز، بادل کی کڑک سے زیادہ تھی ﴿ عَاتِيَةٍ ﴾ بہت سے مفسرین کے قول

کے مطابق یہ ہوا اپنے داروغوں کے سامنے سرکش تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ قوم عاد پر نہایت سرکشی کے ساتھ چلتی رہی اور حد سے بڑھ گئی اور یہی قول صحیح ہے۔ ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا﴾ ''اس نے اس کو سات رات اور آٹھ دن لگا تار ان پر چلائے رکھا۔'' یعنی یہ ایام نہایت منحوس، برے اور ان کے لیے انتہائی سخت تھے، اس ہوا نے ان کو تباہ و برباد کر کے ہلاک کر ڈالا ﴿فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى﴾ یعنی آپ دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ ہلاک ہو کر مردہ پڑے ہیں ﴿كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ یعنی گویا کہ وہ کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہیں جن کے سروں کو کاٹ دیا گیا ہے اور وہ ایک دوسرے پر گرے پڑے ہیں۔ ﴿فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ﴾ ''پس کیا تو ان میں سے کسی کو بھی باقی دیکھتا ہے؟'' یہ استفہام نفی متقرر کے معنیٰ میں ہے۔

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝۹ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ

اور ارتکاب کیا تھا فرعون نے اور جو اس سے پہلے تھے اور الٹ جانے والی (بستیوں والوں) نے گناہوں کا ○ پس انہوں نے نافرمانی کی اپنے رب کے رسول کی

فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝۱۰ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝۱۱

تو اس (رب) نے پکڑا ان کو پکڑنا نہایت سخت ○ بلاشبہ جب طغیانی کی پانی نے تو سوار کیا ہم نے تمہیں کشتی میں ○

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝۱۲

تا کہ کریں ہم اس (فعل) کو تمہارے لیے نصیحت اور (تا کہ) یاد رکھیں اسے کان یاد رکھنے والے ○

اسی طرح ان دو سرکش قوموں، عاد و ثمود کے علاوہ بھی سرکش اور نافرمان لوگ آئے جیسے فرعون مصر جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو مبعوث کیا اور انھیں واضح نشانیاں دکھائیں جن کی بنا پر انھیں حق کا یقین آ گیا مگر انھوں نے ظلم اور تکبر سے انکار کر دیا اور کفر کا رویہ اختیار کیا، اور اس سے پہلے بھی جھٹلانے والے آئے۔ ﴿وَالْمُؤْتَفِكٰتُ﴾ ''اور الٹی ہوئی بستیوں والے۔'' یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں، سب گناہ کا کام کرتے تھے ﴿بِالْخَاطِئَةِ﴾ یعنی سرکشی کے افعال کرتے تھے، اس سے مراد کفر، تکذیب، ظلم اور عناد ہے، نیز فسق و معاصی کی دیگر اقسام بھی اس میں شامل ہیں۔ ﴿فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ﴾ یہ اسم جنس ہے، یعنی ان تمام قوموں نے اپنے اپنے رسول کو جھٹلایا جو ان کی طرف بھیجا گیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان سب کو پکڑ لیا ﴿اَخْذَةً رَّابِيَةً﴾ یعنی حد اور مقدار سے بڑھ کر ان کی گرفت کی جس سے وہ تباہ و برباد ہو گئے۔

منجملہ ان قوموں کے، نوح علیہ السلام کی قوم بھی تھی جن کو اللہ تعالیٰ نے سمندر (کے سیلاب) میں غرق کر ڈالا جب پانی سرکشی کر کے زمین پر پھیل گیا اور بلند مقامات سے بھی بلند ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی سرکش قوم کے غرق ہونے کے بعد جو مخلوق موجود تھی اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے احسان کا ذکر فرمایا کہ ان کو سوار کیا ﴿فِي الْجَارِيَةِ﴾ ''کشتی میں'' جب کہ یہ اپنے باپوں اور ماؤں کی صلب میں تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے طوفان سے نجات دی تھی۔ اس

لیے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرو، اس کا شکر کرو جس نے تمھیں اس وقت نجات دی جب اس نے سرکش لوگوں کو ہلاک کر ڈالا اور اس کی آیات سے عبرت حاصل کرو جو اس کی توحید پر دلالت کرتی ہیں۔

﴿ لِنَجْعَلَهَا ﴾ ''تا کہ ہم اس کو بنا دیں''، یعنی کشتی کو اور اس سے مراد اسم جنس ہے، تمہارے لیے ﴿ تَذْكِرَةً ﴾ ''یادگار'' جو تمھیں اولین کشتی کی صنعت اور اس کے قصے کی یاد دلاتی ہے کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اس کشتی پر سواران لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور اپنے رسول کی اتباع کی اور روئے زمین کے دیگر تمام لوگوں کو ہلاک کر ڈالا، کیونکہ اشیا کی جنس اپنی اصل کی یاد دلاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴾ ''اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔'' یعنی خردمند لوگ ہی اس کو یاد رکھتے ہیں اور اس سے مقصود کی معرفت اور اس کے ذریعے سے نشانی و معجزے کی وجہ معلوم کرتے ہیں اور اہل غفلت، کند ذہن اور ذہانت سے محروم لوگوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتوں کو یاد نہ رکھنے اور اس کی آیات میں غور و فکر نہ کرنے کے سبب سے آیات الٰہی سے فائدہ اٹھانے سے محروم ہیں۔

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً

پس جب پھونکا جائے گا صور میں پھونکنا ایک بار ○ اور اٹھائی جائیگی زمین اور پہاڑ پس کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیے جائینگے وہ دونوں (مکمل) ریزہ ریزہ کر دیا جانا

وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ

ایک ہی بار ○ پس اس دن واقع ہوگی واقع ہونے والی (قیامت) ○ اور پھٹ جائے گا آسمان پس وہ ہوگا اس دن

وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ

کمزور ○ اور فرشتے (ہوں گے) اسکے کناروں پر اور اٹھائیں گے عرش آپ کے رب کا اپنے اوپر اس دن

ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾

آٹھ (فرشتے) ○ اس دن تم پیش کیے جاؤ گے (حساب کے لیے) نہیں چھپے گا تمہارے (رازوں) میں سے کوئی راز ○

جب اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے اپنے رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کے ساتھ کیا کیا، انھیں کیسا بدلہ دیا، دنیا کے اندر ہی ان پر عذاب بھیج دیا اور اپنے رسولوں اور ان کے پیروکاروں کو بچا لیا۔ یہ قیامت کے روز اخروی جزا اور اعمال کے کامل بدلے کا مقدمہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بہت ہولناک واقعات کا ذکر فرمایا ہے جو قیامت سے پہلے وقوع پذیر ہوں گے ان میں سے اولین واقعہ یہ ہوگا کہ اسرافیل ﴿ فِي الصُّوْرِ ﴾ صور پھونکیں گے جب اجساد مکمل ہو جائیں گے ﴿ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴾ ''ایک دفعہ پھونک ماری جائے گی۔'' پس روحیں نکل آئیں گی اور ہر روح اپنے جسد میں داخل ہو جائے گی، تب تمام لوگ رب کائنات کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔

﴿ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴾ یعنی پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے، وہ نیست و نابود

ہو کر رزق خاک ہو جائیں گے، یعنی ان کو ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا جائے گا، چنانچہ تمام زمین ہموار میدان بن جائے گی، آپ اس میں کوئی نشیب وفراز نہیں دیکھیں گے۔ یہ تو زمین اور اس پر رہنے والوں کے ساتھ ہوگا۔ رہا وہ معاملہ جو آسمان کے ساتھ کیا جائے گا تو وہ یہ ہوگا کہ وہ متحرک اور متموج ہو کر پھٹ جائے گا، اس کا رنگ متغیر ہو جائے گا اور آسمان اپنی صلابت اور عظیم قوت کے بعد کمزور ہو جائیں گے، یہ سب کچھ ایک عظیم امر کی بنا پر ہوگا جو ان کو ہلا کر رکھ دے گا اور بہت بڑے تکلیف دہ اور ہولناک معاملے کے سبب سے ہوگا جو ان کو کمزور کر دے گا۔

﴿ وَّالْمَلَكُ ﴾ اور مکرم فرشتے ﴿ عَلٰٓي اَرْجَاۗىِٕهَا ﴾ آسمان کی تمام جوانب اور کناروں پر اپنے رب کے سامنے سر افگندہ اور اس کی عظمت کے سامنے فروتن ہوں گے ﴿ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴾ اور تیرے رب کا عرش آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے جو انتہائی طاقت ور ہوں گے (یہ اس وقت ہوگا) جب رب تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان، اپنے عدل وانصاف اور اپنے فضل وکرم کے ساتھ، فیصلے کرنے کے لیے آئے گا، اس لیے فرمایا: ﴿ يَوْمَىِٕذٍ تُعْرَضُوْنَ ﴾ اس روز تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جاؤ گے۔ ﴿ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴾ تمہارے اجساد اور ذوات چھپ سکیں گے نہ تمہارے اعمال اور اوصاف چھپ سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ غائب اور موجود سب کا علم رکھتا ہے تمام بندے ننگے پاؤں، ننگے جسم اور غیر مختون حالت میں، ایک ہموار میدان میں جمع کیے جائیں گے، پکارنے والا ان کو اپنی آواز سنا سکے گا اور نگاہ ان سب تک پہنچ سکے گی، اس وقت اللہ تعالیٰ انھیں ان کے اعمال کی جزا دے گا اس لیے جزا کی کیفیت کا ذکر کیا۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَاۗؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝ۚ19 اِنِّىْ ظَنَنْتُ

پس لیکن جو شخص کہ دیا گیا وہ اپنا نامۂ اعمال اپنے دائیں ہاتھ میں تو وہ کہے گا: لو پڑھو تم میرا نامۂ اعمال ○ بلاشبہ مجھے یقین تھا

اَنِّىْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝ۚ20 فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ۙ21 فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ۙ22 قُطُوْفُهَا

کہ بیشک میں ملنے والا ہوں اپنے حساب سے ○ پس وہ ہوگا پسندیدہ زندگی میں ○ (یعنی) بہشت بریں میں ○ اس کے پھل

دَانِيَةٌ ۝23 كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْۗئًۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝24

قریب ہوں گے ○ (کہا جائے گا:) کھاؤ اور پیو خوش گوار بدلے ان (نیک اعمال) کے جو آگے بھیجے تم نے ایام گزشتہ میں ○

یہی لوگ اہل سعادت ہوں گے ان کو ان کے اعمال نامے، جن میں ان کے نیک اعمال درج ہوں گے، ان کے امتیاز، ان کی شان اور قدر بلند کرنے کے لیے، ان کے دائیں ہاتھوں میں دیے جائیں گے۔ اس وقت ان میں سے کوئی فرحت وسرور اور اس خواہش کے ساتھ کہ مخلوق پر ظاہر ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کس قدر اکرام وتکریم سے سرفراز کیا ہے، تو پکار اٹھے گا: ﴿ هَاۗؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴾ یعنی یہ لو میری کتاب اور اسے پڑھو، یہ کتاب جنتوں، اکرام و تکریم، گناہوں کی مغفرت اور عیوب کو ڈھانپنے کی بشارت دیتی ہے اور جس چیز نے مجھے اس مقام پر پہنچایا وہ قیامت

اور حساب کتاب پر ایمان ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نوازا اور ایسے اعمال کے ذریعے سے قیامت کے دن کے لیے تیاری کی توفیق دی، جو امکان اور استطاعت میں ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ﴾ ''مجھے یقین تھا کہ مجھے میرا حساب ضرور ملے گا۔'' یہاں (ظَنّ) یقین کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

﴿ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ﴾ ''پس وہ ایک دل پسند زندگی میں ہوگا۔'' یعنی جوان تمام چیزوں پر مشتمل ہوگی جن کی نفس خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت حاصل کریں گی، ان کا حال یہ ہوگا کہ وہ اس زندگی سے راضی ہوں گے اور اس کے بدلے کسی اور چیز کو منتخب نہیں کریں گے۔ ﴿ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴾ بلند رہائش گاہوں اور بلند محلوں والی جنت میں ہوں گے۔ ﴿ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ﴾ اس کے پھل اور مختلف انواع کے میوے بہت قریب ہوں گے۔ اہل جنت کے لیے ان کا حاصل کرنا بہت آسان ہوگا۔ اہل جنت، کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے ہر حالت میں ان کو حاصل کر سکیں گے۔ اکرام و تکریم کے طور پر ان سے کہا جائے گا: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا ﴾ ہر قسم کا لذیذ کھانا اور مزیدار مشروب کھاؤ اور پیو۔ ﴿ هَنِیْٓـًٔا ﴾ کسی تکدر اور ناگواری کے بغیر کامل طریقے سے کھاؤ اور پیو۔ یہ جزا تمھیں اس سبب سے حاصل ہوئی ہے ﴿ بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴾ جو تم نے اعمال صالحہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، مخلوق کے ساتھ حسن سلوک، اللہ تعالیٰ کا ذکر، اس کی طرف انابت کی اور برے اعمال ترک کیے، پس اعمال کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل ہونے کا سبب، اس کی نعمتوں کا مادہ اور اس کی سعادت کی بنیاد بنایا ہے۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ۚ﴿۲۵﴾ وَلَمْ

اور لیکن جو شخص کہ دیا گیا وہ اپنا نامۂ اعمال اپنے بائیں ہاتھ میں تو وہ کہے گا اے کاش! نہ دیا جاتا میں اپنا نامۂ اعمال ○ اور نہ

اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ۚ﴿۲۶﴾ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ۚ﴿۲۷﴾ مَاۤ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ۚ﴿۲۸﴾ هَلَكَ

جانتا میں کیا ہے میرا حساب؟ ○ اے کاش! ہوتی وہ (موت) فیصلہ کر دینے والی ○ نہیں فائدہ دیا مجھے میرے مال نے ○ فنا ہوگئی

عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ۚ﴿۲۹﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ۙ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ

مجھ سے میری سلطنت ○ (حکم ہوگا) پکڑو اس کو پس طوق ڈال دو اسے ○ پھر دہکتی (بھڑکتی) آگ میں جھونک دو اسکو ○ پھر ایک زنجیر میں

ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ؕ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ۙ﴿۳۳﴾ وَ

کہ لمبائی اسکی ستر ہاتھ ہے پس (اس میں) جکڑ (یا پرو) دو اسے ○ بلاشبہ وہ تھا نہیں ایمان لاتا تھا اللہ عظمت والے پر ○ اور

لَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ؕ﴿۳۴﴾ فَلَیْسَ لَهُ الْیَوْمَ هٰهُنَا حَمِیْمٌ ۙ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ

نہ وہ شوق دلاتا تھا کھانا کھلانے پر مسکین کو ○ پس نہیں ہے اس کے لیے آج یہاں کوئی غم خوار دوست ○ اور نہیں کوئی کھانا

اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ ۙ﴿۳۶﴾ لَّا یَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخٰطِـُٔوْنَ ۠﴿۳۷﴾ ع

(اس کے لیے) سوائے زخموں کے دھوون کے ○ نہیں کھائیں گے اس کو مگر گناہ گار ہی ○

منزل۷

یہی وہ لوگ ہیں جو بدبخت ہیں جن کو امتیاز، رسوائی، عار اور فضیحت کے طور پر ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے جن میں اعمال بد درج ہوں گے، پس ان میں سے کوئی حزن و غم سے کہے گا: ﴿ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ﴾ ’’اے کاش مجھے کتاب نہ دی گئی ہوتی۔‘‘ کیونکہ یہ کتاب جہنم میں داخلے اور ابدی خسارے کی ’’خوش خبری‘‘ سناتی ہے۔ ﴿ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ﴾ اور کاش میں بھولا بسرا ہو گیا ہوتا، مجھے دوبارہ زندہ کیا جاتا نہ مجھ سے حساب لیا جاتا، اس لیے وہ کہے گا: ﴿ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴾ کاش میری موت، ایسی موت ہوتی جس کے بعد مجھے دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا۔

پھر وہ اپنے مال اور سلطنت کی طرف التفات کرے گا تو وہ اس کے لیے وبال ہی وبال ہوں گے، اس نے اس میں سے کچھ بھی آگے روانہ نہ کیا، (اب) یہ مال، خواہ اسے فدیے میں دے دے، اسے عذاب سے نہیں بچا سکے گا، پس وہ کہے گا: ﴿ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ ﴾ یعنی اس مال نے مجھے دنیا میں کوئی فائدہ نہیں دیا کیونکہ میں نے اس میں سے کچھ بھی آگے نہیں بھیجا اور نہ یہ مال آخرت ہی میں میرے کام آیا کیونکہ اس کے نفع مند ہونے کا وقت گزر گیا۔ ﴿ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ﴾ یعنی سلطنت چلی گئی اور مٹ گئی، پس لشکروں نے کوئی فائدہ دیا نہ کثرت اور تعداد نے، ساز و سامان کوئی کام آیا نہ جاہ و جلال بلکہ سب کچھ رائیگاں گیا، اس کے سبب سے تمام منافع کھو گئے اور اس کے بدلے میں غم و ہموم اور محتاجی نے آ گھیرا۔

پس اس وقت اسے عذاب میں ڈال دینے کا حکم دیا جائے گا، انتہائی سخت اور نہایت درشت خو فرشتوں سے کہا جائے گا: ﴿ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴾ یعنی اس کو پکڑو اور اس کے گلے میں طوق ڈال دو جو اس کا گلا گھونٹ دے۔ ﴿ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ﴾ پھر جہنم کے انگاروں اور اس کے شعلوں پر اسے الٹ پلٹ کرو ﴿ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا ﴾ ’’پھر زنجیر سے، جس کی ناپ ستر گز ہے‘‘ یعنی انتہائی حرارت میں، جہنم کی زنجیروں کے ساتھ ﴿ فَاسْلُكُوْهُ ﴾ ’’اسے جکڑ دو‘‘ یعنی ان زنجیروں میں پرو دو، وہ اس طرح کہ زنجیروں کو اس کی دبر میں داخل کر کے منہ کی طرف سے نکالا گیا ہو اور پھر ان زنجیروں میں لٹکا دیا گیا ہو، پس اسے ہمیشہ یہ انتہائی برا عذاب ملتا رہے گا۔ یہ بہت برا عذاب اور بہت بری سزا ہے، ہائے اس کے لیے حسرت ہے اس زجر و توبیخ اور عتاب پر۔ وہ سبب جس نے اسے اس مقام پر پہنچایا یہ ہے کہ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ﴾ وہ اپنے رب کا انکار کرنے والا اس کے رسولوں سے عناد رکھنے والا اور رسول جو حق لے کر آئے ہیں اس کو ٹھکرانے والا تھا ﴿ وَلَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ﴾ یعنی اس کے دل میں رحم نہیں تھا کہ اس بنا پر فقرا اور مساکین پر رحم کرتا۔ وہ اپنے مال میں سے ان کو کھانا کھلاتا نہ دوسروں کو ترغیب دیتا تھا کہ وہ ان کو کھانا کھلائیں کیونکہ اس کا دل ملامت کرنے والے ضمیر سے خالی تھا۔ سعادت اور اس کے مادے کا دار و مدار دو امور پر ہے:

(۱): اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص جس کی بنیاد ایمان باللہ ہے (۲): احسان کی تمام اقسام کے ذریعے سے مخلوق پر احسان کرنا جن میں سے سب سے بڑا احسان محتاجوں کو کھانا کھلا کر ان کی ضرورت پوری کرنا ہے۔۔۔۔۔ مگر ان لوگوں کے پاس اخلاص ہے نہ احسان، اس لیے وہ اسی چیز کے مستحق ہیں جس کا استحقاق انھوں نے ثابت کیا ہے۔

﴿فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا﴾ ”پس نہیں ہے آج یہاں اس کے لیے“ یعنی قیامت کے دن ﴿حَمِيْمٌ﴾ کوئی قریبی رشتہ دار یا کوئی دوست جو اس کی سفارش کرے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے یا اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾ (سبا: ۲۳/۳٤) ”اللہ کے ہاں، کسی کے لیے سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لیے جس کے بارے میں خود سفارش کی اجازت دے۔“ نیز فرمایا: ﴿مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾ (المؤمن: ۱۸/٤۰) ”ظالموں کا کوئی جگری دوست ہو گا نہ کوئی سفارش کرنے والا کہ اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔“

﴿وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ﴾ ”اور نہ غسلین کے سوا ان کا کوئی کھانا ہے۔“ یہ اہل جہنم کی پیپ ہے جو حرارت، کڑواہٹ، بدبو اور بدذائقہ ہونے میں انتہا کو پہنچی ہوئی ہوگی۔ نہیں کھائیں گے یہ قابل مذمت کھانا ﴿اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ﴾ مگر خطا کار ہی جو سیدھے راستے سے ہٹ گئے اور ہر اس راستے پر چل پڑے جو انھیں جہنم تک پہنچاتا ہے، اس لیے وہ دردناک عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾

سو قسم کھاتا ہوں میں ان چیزوں کی جو تم دیکھتے ہو ○ اور ان کی جو نہیں دیکھتے تم ○ بلاشبہ یہ (قرآن) البتہ قول ہے رسول کریم کا ○

وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا

اور نہیں ہے یہ (قرآن) قول کسی شاعر کا بہت ہی کم ایمان لاتے ہو تم ○ اور نہیں ہے (یہ) قول کسی کاہن کا، بہت ہی کم

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ

نصیحت پکڑتے ہو تم ○ (یہ تو) نازل شدہ ہے رب العالمین کی طرف سے ○ اور اگر وہ (رسول) گھڑ کر لگا دیتا ہمارے ذمے بعض

الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾

باتیں ○ تو البتہ پکڑ لیتے ہم اس کا دایاں ہاتھ ○ پھر البتہ ہم کاٹ دیتے اس کی رگ دل (شہ رگ) ○

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا

پھر نہ ہوتا تم میں سے کوئی ایک بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا ○ اور بلاشبہ وہ (قرآن) البتہ نصیحت ہے متقی لوگوں کیلئے ○ اور یقیناً

لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ

البتہ ہم جانتے ہیں کہ بیشک کچھ تم میں سے جھٹلانے والے ہیں ○ اور یقیناً وہ (جھٹلانا) البتہ حسرت ہوگا کافروں پر ○ اور بلاشبہ وہ

لَحَقُّ الْیَقِیْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ﴿۵۲﴾ ع

البتہ یقینی حق ہے○ پس تسبیح کیجیے اپنے رب کے نام کی جو عظمت والا ہے○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تمام چیزوں کی قسم کھائی ہے جنھیں مخلوق دیکھ سکتی ہے اور جنھیں نہیں دیکھ سکتی، ان میں تمام مخلوق داخل ہے بلکہ اس کا نفس مقدس بھی شامل ہے۔ یہ قسم رسول اللہ ﷺ اور اس قرآن کی صداقت پر کھائی ہے جسے آپ لے کر آئے ہیں، نیز اس بات پر کہ رسول کریم ﷺ نے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کفار کی تمام بہتان طرازیوں سے...... مثلاً یہ کہ آپ شاعر ہیں یا آپ جادوگر ہیں...... منزہ قرار دیا ہے۔ ان بہتان طرازیوں پر جس چیز نے ان کو آمادہ کیا، وہ ہے ان کا عدم ایمان اور عدم تفکر، چنانچہ اگر وہ ایمان لائے ہوتے اور انھوں نے غور وفکر کیا ہوتا تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ کیا چیز انھیں فائدہ دیتی ہے اور کیا چیز نقصان دیتی ہے، اس میں سے ایک چیز یہ بھی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے احوال میں غور کریں، آپ کے اوصاف اور اخلاق کو گہری نظر سے دیکھیں تاکہ ان کو ایسا معاملہ نظر آئے جو سورج کی مانند روشن ہے جو اس حقیقت کی طرف ان کی راہ نمائی کرتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں اور آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ رب کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہے اور وہ بشر کا قول نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ایسا کلام ہے جو کلام کرنے والے کی عظمت، اس کے اوصاف کی جلالت، بندوں کے لیے اس کے کمال تربیت اور بندوں پر اس کے بلند ہونے پر دلالت کرتا ہے، نیز یہ ان کی طرف سے ایسا گمان ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی حکمت کے لائق نہیں۔

اگر اس رسول نے اللہ پر کوئی جھوٹ گھڑا ہوتا ﴿ بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ﴾ اور بعض جھوٹی باتیں بنائی ہوتیں۔ ﴿ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ○ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ ﴾ ''تو ہم اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور رگ گردن کاٹ دیتے۔'' (وَتِیْنَ) وہ رگ ہے جو دل کے قریب ہوتی ہے اگر وہ کٹ جائے تو انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے...... حاشا وکلا...... کہ آپ نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو فوراً سزا دیتا اور آپ کو اس طرح پکڑتا جس طرح ایک غالب اور قدرت رکھنے والی ہستی پکڑتی ہے کیونکہ وہ حکمت والا اور ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنے بارے میں جھوٹ گھڑنے والے کو مہلت نہ دے جو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے خون اور اموال اس کے لیے مباح ٹھہرا دیے ہیں جو اس کی مخالفت کریں، نجات صرف اسی کے لیے اور اس کے پیروکاروں کے لیے ہے اور جو کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے اس کے لیے ہلاکت ہے۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے معجزات کے ذریعے سے اپنے رسول ﷺ کی مدد فرمائی اور جو کچھ لے کر وہ مبعوث ہوا اس کی صداقت پر واضح نشانیوں کے ساتھ دلائل وبراہین دیے، اس کے دشمنوں کے خلاف اسے فتح ونصرت

سے نوازا اور ان کی پیشانیاں اس کے قبضے میں دے دیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی رسالت پر سب سے بڑی گواہی ہے۔ ﴿ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴾ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو ہلاک کرنا چاہے تو آپ خود اس کی ہلاکت سے بچ سکتے ہیں نہ کوئی اس پر قدرت رکھتا ہے کہ وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔

﴿ وَ اِنَّهٗ ﴾ بے شک یہ قرآن کریم ﴿ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ ''پرہیز گاروں کے لیے نصیحت ہے۔'' وہ اپنے دین و دنیا کے مصالح کے بارے میں اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔ پس وہ اس کی معرفت حاصل کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، چنانچہ وہ ان کو عقائد دینیہ، اخلاق حسنہ اور احکام شرعیہ کی یاد دہانی کراتا ہے۔ پس وہ علمائے ربانی، عباد عارفین اور ائمۂ مہدیین بن جاتے ہیں۔ ﴿ وَ اِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴾ ''اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض اسے جھٹلاتے ہیں۔'' اس میں رسول کو جھٹلانے والے اور تکذیب کرنے والوں کے لیے وعید اور تہدید ہے، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو سخت عقوبت کے ذریعے سے سزا دے گا۔ ﴿ وَ اِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''اور یہ کافروں کے لیے حسرت ہے۔'' چونکہ انھوں نے اس کا انکار کیا تھا اس نے ان کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا وہ انھوں نے دیکھ لیا، اس لیے وہ حسرت کا اظہار کریں گے کہ انھوں نے اس سے رہنمائی حاصل نہ کی اور اس کے حکم کے سامنے سرتسلیم خم نہ کیا، پس وہ ثواب سے محروم ہو کر شدید ترین عذاب میں مبتلا ہو گئے اور ان کے تمام اسباب منقطع ہو گئے۔

﴿ وَ اِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴾ ''اور کچھ شک نہیں کہ یہ برحق ہے۔'' یعنی علم کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے کیونکہ علم کا بلند ترین مرتبہ یقین ہے اور یقین، علم ثابت کو کہا جاتا ہے جو کبھی متزلزل ہوتا ہے نہ زائل ہوتا ہے۔ یقین کے تین مراتب ہیں ان میں سے ہر مرتبہ ماقبل مرتبے سے بلند تر ہے:

اول: علم الیقین وہ علم ہے جو خبر سے مستفاد ہوتا ہے۔

ثانی: عین الیقین وہ علم ہے جس کا ادراک حاسۂ بصر سے ہوتا ہے۔

ثالث: حق الیقین وہ علم جس کا ادراک حاسۂ ذوق و لمس سے ہوتا ہے۔

اس قرآن میں حق الیقین کا وصف پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں جو علوم مذکور ہیں قطعی دلائل و براہین سے ان کی تائید ہوتی ہے اور اس میں جو حقائق اور معارف ایمانی ہیں وہ اسے حاصل ہوتے ہیں جس نے حق الیقین کا ذائقہ چکھا ہے۔ ﴿ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴾ ''پس تو اپنے رب عظیم کی پاکی بیان کر۔'' یعنی اسے ان اوصاف سے منزہ گردانیں جو اس کے جلال کے لائق نہیں، اس کے اوصاف جلال و جمال اور اوصاف کمال کا ذکر کر کے اس کی تقدیس بیان کریں۔

تفسیر سورۃ المعارج

سورۃ المعارج (۷۰) مکیۃ (۷۹) آیاتھا ۴۴ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝۱ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝۲ مِّنَ اللّٰهِ

سوال کیا ایک سوال کرنیوالے نے اس عذاب کا جو ہونیوالا ہے ○ کافروں پر، نہیں اس کو کوئی ٹالنے والا ○ اس اللہ کی طرف سے

ذِي الْمَعَارِجِ ۝۳ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ

جو سیڑھیوں والا ہے ○ چڑھیں گے فرشتے اور روح (جبریل) اس کی طرف ایک ایسے دن میں کہ ہوگی مقدار اس کی پچاس

اَلْفَ سَنَةٍ ۝۴ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝۵ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝۶

ہزار سال ○ پس آپ صبر کیجیے! صبر جمیل ○ بلاشبہ وہ (لوگ) تو دیکھتے ہیں اس کو بعید ○

وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝۷

اور ہم دیکھتے ہیں اس کو قریب ○

اللہ تبارک وتعالیٰ معاندینِ حق کی جہالت کو اور استہزا کے طور پر ان کے عذاب الٰہی کو مشکل اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کو عاجز سمجھتے ہوئے عذاب کے لیے جلدی مچانے کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ﴾ یعنی دعا کرنے والے نے دعا کی اور نصرت طلب کرنے والے نے نصرت طلب کی ﴿بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ○ لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ ''عذاب کی جو واقع ہوکر رہے گا کافروں پر۔'' ان کے کفر وعناد کی بنا پر، عذاب کے مستحق ہونے کی وجہ سے ﴿لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ○ مِّنَ اللّٰهِ﴾ متکبر اور سرکش مشرکین میں سے جس کسی نے جلد عذاب کی خواہش کی ہے، کوئی اس عذاب کو اس کے نازل ہونے سے قبل روک سکتا ہے نہ اس کے نازل ہونے کے بعد اس کو اٹھا سکتا ہے۔

یہ آیات کریمہ اس وقت نازل ہوئیں جب نضر بن حارث قرشی وغیرہ اہل شرک نے دعا کرتے ہوئے کہا: ﴿اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (الأنفال: ۸/ ۳۲) ''اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہم پر دردناک عذاب لے آ۔'' پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عذاب ضرور واقع ہوگا، یا تو اس دنیا ہی میں جلد ان پر عذاب بھیج دیا جائے گا یا آخرت میں (مبتلا کرنے کے لیے) اس عذاب کو ان سے مؤخر کیا جائے گا۔

اگر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی ہوتی، اس کی عظمت، اس کی وسعت سلطنت اور اس کے اسماء اور صفات کو پہچانا ہوتا تو وہ کبھی جلدی نہ مچاتے بلکہ اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتے اور ادب اختیار کرتے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت کا ذکر فرمایا جو ان کے اقوال قبیحہ کی ضد ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ذِي الْمَعَارِجِ ○ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾

﴿وَالرُّوۡحُ اِلَیۡهِ﴾ یعنی وہ بلندی، جلال اور عظمت کا مالک ہے، تمام مخلوقات کی تدبیر اسی کے ہاتھ میں ہے، جس کی طرف اس چیز کے ساتھ فرشتے عروج کرتے ہیں جس کی تدبیر پر انھیں مقرر کیا ہے اور اس کی طرف روح بلند ہوتی ہے۔

یہ اسم جنس ہے جو تمام ارواح کو شامل ہے، خواہ نیک ہوں یا بد، اللہ تعالیٰ کی طرف ارواح کا بلند ہونا، وفات کے وقت ہے۔ نیک لوگوں کی ارواح اللہ تعالیٰ کی طرف عروج کرتی ہیں انھیں ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف بلند ہونے کی اجازت دے دی جاتی ہے، یہاں تک کہ ارواح اس آسمان پر پہنچ جاتی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ ان کا رب تشریف فرما ہے، یہ ارواح اللہ تعالیٰ کے حضور تحیہ وسلام پیش کرتی ہیں، اس کے قرب سے سرفراز ہوتی ہیں اور اس کے قرب سے خوشی اور سرور حاصل کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ثنا و اکرام، بھلائی اور بڑائی حاصل ہوتی ہے۔

رہیں فساق و فجار کی ارواح تو وہ عروج کرتی ہیں جب وہ آسمان پر پہنچتی ہیں تو آنے کی اجازت طلب کرتی ہیں مگر ان کو اجازت نہیں دی جاتی اور ان کو زمین کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس مسافت کا ذکر فرمایا جس کو طے کر کے فرشتے اور روح اللہ تعالیٰ کی طرف عروج کرتے ہیں، نیز یہ کہ وہ ان اسباب کے ذریعے سے ایک دن میں عروج کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آسان کیے ہیں اور اوپر چڑھنے میں ان کی لطافت، خفت اور سرعت رفتار ان کی اعانت کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، عام عادی رفتار کے مطابق، یہ مسافت ابتدائے عروج سے لے کر اس حد تک جو ان کے لیے مقرر کی گئی ہے اور ملأ اعلیٰ تک، پچاس ہزار برس کے برابر ہے۔

یہ عظیم بادشاہی، یہ وسیع کائنات، علوی اور سفلی، اس کی تخلیق اور تدبیر کا انتظام وہی بلند و برتر کرتا ہے۔ پس وہ ان کے ظاہری و باطنی احوال کا علم رکھتا ہے، وہ ان کے ٹھکانے کو جانتا ہے اور اسے اس جگہ کا علم ہے جہاں ان کو سونپا جانا ہے، اس نے اپنی رحمت، احسان اور رزق ان تک پہنچایا جو ان سب پر عام اور سب کو شامل ہے۔ اس نے ان پر حکم قدری، حکم شرعی اور حکم جزائی کو جاری کیا۔ پس شدت ہے ان لوگوں کے لیے جو اس کی عظمت کے بارے میں جہالت کا شکار ہیں اور انھوں نے اس کی اس طرح قدر نہ کی جس طرح قدر کرنے کا حق ہے، پس انھوں نے عجز ثابت کرنے اور امتحان کے طور پر عذاب کے لیے جلدی مچائی...... پاک ہے حلم اور درگزر کرنے والی ہستی جس نے ان کو ڈھیل دے رکھی مگر ان کو مہمل نہیں چھوڑا، انھوں نے اس کو اذیت پہنچائی مگر اس نے ان کے بارے میں صبر کیا، ان کو معاف کر دیا اور ان کو رزق عطا کیا۔

یہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ایک احتمال ہے، پس یہ عروج اور چڑھنا اس دنیا میں ہے کیونکہ آیت کریمہ کا پہلا سیاق اس پر دلالت کرتا ہے۔ ایک احتمال یہ ہے کہ یہ قیامت کے دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے بندوں پر اپنی عظمت، جلال اور کبریائی ظاہر کرے گا جو اس کی معرفت کی سب سے بڑی دلیل ہے وہ فرشتوں اور

ارواح کو تدابیر الٰہیہ اور امور ربانیہ کے ساتھ چڑھتے اترتے مشاہدہ کریں گے یہ اس روز ہوگا جس کا اندازہ اسکی لمبائی اور شدت کی بنا پر پچاس ہزار سال ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ مومنوں پر تخفیف فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا﴾ اپنی قوم کو دعوت دینے پر صبر جمیل کیجیے اس میں کوئی تنگ دلی ہو نہ کوئی ملال بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہیے، اس کے بندوں کو اس کی توحید کی دعوت دیجیے، آپ ان میں عدم اطاعت اور عدم رغبت کا جو مشاہدہ کرتے ہیں، یہ چیز آپ کو انھیں دعوت دینے سے روک نہ دے کیونکہ اس پر صبر کرنے میں خیر کثیر پنہاں ہے۔ ﴿إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ○ وَنَرَاهُ قَرِيبًا﴾ ''وہ اس (قیامت) کو دور تصور کرتے ہیں اور ہم اسے نزدیک دیکھ رہے ہیں۔'' آیت میں مذکورہ ضمیر قیامت کے دن کی طرف لوٹتی ہے جس میں عذاب کے بارے میں سوال کرنے والوں کے لیے عذاب ہوگا، یعنی ان کا حال اس شخص کا سا ہے جو قیامت کا منکر ہے جس پر بدبختی اور اندیشہ غالب ہوحتیٰ کہ اسے وہ چیز بھی دور نظر آئے جو اس کے سامنے ہے، یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا۔ اور اللہ تعالیٰ کو یہ (دن) قریب نظر آتا ہے کیونکہ وہ بہت نرم اور بردبار ہے، سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا وہ جانتا ہے کہ جسے آنا ہے وہ آ کر رہے گا، پس وہ بہت قریب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس دن کی ہولناکیوں اور ان امور کا ذکر فرمایا جو اس میں واقع ہوں گے، چنانچہ فرمایا:

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴿٨﴾ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿٩﴾ وَلَا يَسْـَٔلُ

اس دن ہو گا آسمان جیسے پگھلا ہوا تانبا ○ اور ہوں گے پہاڑ جیسے دھنکی ہوئی رنگین اون ○ اور نہیں پوچھے گا

حَمِيمٌ حَمِيمًا ﴿١٠﴾ يُّبَصَّرُونَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ

کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کو○ حالانکہ دکھلائے جائیں گے وہ انکو، پسند کریگا مجرم کاش کہ فدیے میں دے عذاب سے (بچنے کیلئے) اس دن کے

بِبَنِيهِ ﴿١١﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَأَخِيهِ ﴿١٢﴾ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُـْٔوِيهِ ﴿١٣﴾ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ

اپنا بیٹا ○ اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی ○ اور اپنا خاندان وہ جو جگہ (پناہ) دیتا ہے اسے ○ اور وہ جو زمین میں ہیں

جَمِيعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيهِ ﴿١٤﴾ كَلَّا ۭ إِنَّهَا لَظَىٰ ﴿١٥﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ ﴿١٦﴾ تَدْعُوا

سب پھر وہ (فدیہ) نجات دلا دے اسکو○ ہرگز نہیں! بلاشبہ وہ آگ ہے بھڑکتی ہوئی○ ادھیڑ ڈالنے والی کھالوں کو○ پکارے گی وہ

مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٧﴾ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ﴿١٨﴾

(ہر) اس شخص کو جس نے پیٹھ پھیری (حق سے) اور منہ موڑا○ اور جمع کیا (مال) اور سینت کر رکھا○

﴿يَوْمَ﴾ یعنی قیامت کے دن جس میں یہ بڑے بڑے واقعات وقوع میں آئیں گے ﴿تَكُونُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ﴾ ''آسمان ہو جائے گا مہل کی طرح۔'' اور وہ پگھلا ہوا سیسہ ہے۔ آسمان کے پھٹ جانے اور بے انتہا ہولناکی کے باعث آسمان پگھلے ہوئے سیسے کی مانند ہو جائے گا۔ ﴿وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ﴾ ''اور پہاڑ

ہو جائیں گے روئی کی طرح۔‘‘ اور وہ بے دھنکی ہوئی اون، اس کے بعد اڑتا ہوا غبار بن جائیں گے اور ختم ہو جائیں گے۔ جب ان بڑے بڑے اجرام پر یہ گھبراہٹ اور بے قراری طاری ہوگی تو اس کمزور بندے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس کی کمر کو گناہوں کے بوجھ نے بوجھل کر رکھا ہوگا؟ کیا وہ اس لائق نہ ہوگا کہ اس کا دل اکھڑ جائے اس کی عقل وخرد زائل ہو جائے اور وہ ہر ایک سے غافل ہو جائے؟ اس لیے فرمایا:

﴿وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ﴾ (حَمِيْم) سے مراد قریبی ہے، یعنی قریبی دوست، وہ اپنے دوست کو دیکھے گا مگر اس کے دل میں اتنی گنجائش نہ ہوگی کہ وہ اس کا حال پوچھ سکے، نہ وہ ان امور کے بارے میں پوچھ سکے گا جو ان کی آپس کی معاشرت اور محبت کے متعلق ہوں گے، بس اسے اپنے آپ کا غم ہوگا۔ ﴿يَوَدُّ الْمُجْرِمُ﴾ جس پر عذاب کا استحقاق ثابت ہو چکا ہوگا، خواہش کرے گا ﴿لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍ بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ﴾ ’’کہ کسی طرح اس دن کے عذاب کے بدلے میں اپنے بیٹے اور اپنی بیوی دے دے۔‘‘ ﴿وَاَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتِهِ﴾ ’’اور اپنا بھائی اور اپنا خاندان‘‘ یعنی اپنی قرابت ﴿الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ﴾ ’’جس میں وہ رہتا تھا۔‘‘ یعنی دنیا کے اندر عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ باہم ایک دوسرے کی مدد اور ایک دوسرے کی اعانت کرتے ہیں۔ پس قیامت کے دن کوئی کسی کے کام آئے گا نہ کوئی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش ہی کر سکے گا بلکہ اگر عذاب کا مستحق، جو کچھ زمین میں ہے، سب فدیے میں دے کر عذاب سے بچنا چاہے، تب بھی اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

﴿كَلَّا﴾ یعنی اب ان کے لیے کوئی حیلہ ہے نہ مدد کا موقع، ان پر تیرے رب کا فیصلہ واجب ہو چکا، رشتے داروں اور دوستوں کا فائدہ بھی جا چکا۔ ﴿اِنَّهَا لَظٰى ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى﴾ ’’وہ آگ ہوگی کھالوں کو ادھیڑ دینے والی‘‘ یعنی ظاہری و باطنی اعضا کو اپنے سخت عذاب کی وجہ سے اکھاڑ دے گی۔ ﴿تَدْعُوْا﴾ اپنی طرف بلائے گی ﴿مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۝ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى﴾ اس کو جس نے اتباع حق سے پیٹھ پھیری، اس سے منہ موڑا اور حق سے کوئی غرض نہ رکھی، مال پہ مال جمع کرتا رہا اور اسے سینت سینت کر رکھتا رہا، اس میں سے اللہ کے راستے میں کچھ بھی خرچ نہ کیا جسے خرچ کر کے اپنے آپ سے جہنم کو دور کرتا۔ پس جہنم ان لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہے اور ان پر شعلہ زن ہونے کے لیے تیار رہتا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝١٩ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝٢٠ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝٢١

بلاشبہ انسان پیدا کیا گیا تھڑدلا ○ جب پہنچتی ہے اسے برائی تو بہت جزع فزع کرتا ہے ○ اور جب پہنچتی ہے اسے بھلائی تو نہایت بخیل ہے ○

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝٢٢ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآىِٕمُوْنَ ۝٢٣ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ

مگر وہ نمازی ○ جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ کہ ان کے مالوں میں حق ہے

مَّعْلُوْمٌ ۝٢٤ لِّلسَّآىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝٢٥ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝٢٦

مقرر ○ سوالی اور محروم کے لیے ○ اور وہ لوگ جو تصدیق کرتے ہیں یوم جزا کی ○

وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ مِّنۡ عَذَابِ رَبِّہِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ ﴿۲۷﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّہِمۡ غَیۡرُ مَاۡمُوۡنٍ ﴿۲۸﴾

اور وہ لوگ کہ وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں ○ بلاشبہ عذاب انکے رب کا (ایسا) ہے کہ نہ بے خوف ہوا جائے (اس سے) ○

وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِفُرُوۡجِہِمۡ حٰفِظُوۡنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِہِمۡ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُمۡ

اور وہ لوگ کہ وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ مگر اپنی بیویوں سے اور جن کے مالک ہوئے انکے دائیں ہاتھ

فَاِنَّہُمۡ غَیۡرُ مَلُوۡمِیۡنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡعٰدُوۡنَ ﴿۳۱﴾

تو بلاشبہ وہ نہیں ملامت زدہ ○ پس جو کوئی تلاش کرے علاوہ اس کے تو وہی لوگ ہیں حد سے گزرنے والے ○

وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِاَمٰنٰتِہِمۡ وَعَہۡدِہِمۡ رٰعُوۡنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ بِشَہٰدٰتِہِمۡ

اور وہ لوگ کہ وہ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ کہ وہ اپنی شہادتوں پر

قَآئِمُوۡنَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ عَلٰی صَلَاتِہِمۡ یُحَافِظُوۡنَ ﴿۳۴﴾

قائم رہنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ کہ وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں ○

اُولٰٓئِکَ فِیۡ جَنّٰتٍ مُّکۡرَمُوۡنَ ﴿۳۵﴾ ع

یہی لوگ باغوں میں معزز ہوں گے ○

یہ انسان کا وہ وصف ہے جیسا کہ وہ ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت بیان کی ہے کہ وہ انتہائی بے صبرا ہے، پھر ''بے صبرے'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ جَزُوۡعًا﴾ پس اگر کبھی اس پر فقر یا کسی مرض کا حملہ ہوتا ہے یا مال و متاع، گھر والوں اور اولاد میں سے کوئی محبوب چلا جاتا ہے تو وہ انتہائی بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے، اس بارے میں صبر کو استعمال نہیں کرتا اور نہ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہی ہوتا ہے۔ ﴿وَّاِذَا مَسَّہُ الۡخَیۡرُ مَنُوۡعًا﴾ ''اور جب اسے آسائش پہنچتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔'' پس اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اسے عطا کیا ہے اس میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے احسان پر اس کا شکر ادا نہیں کرتا۔ پس وہ مصیبت اور سختی کے وقت بے صبری کرتا ہے اور فراخی اور خوشحالی کے وقت مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے روکتا ہے۔ ﴿اِلَّا الۡمُصَلِّیۡنَ﴾ سوائے ان نمازیوں کے جو ان اوصاف سے موصوف ہیں کہ جب ان کو بھلائی حاصل ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور اس کے راستے میں وہ مال خرچ کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرہ مند کیا ہے۔ جب انھیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور ثواب کی امید رکھتے ہیں۔

ان کے وصف میں فرمایا: ﴿الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَلٰی صَلَاتِہِمۡ دَآئِمُوۡنَ﴾ یعنی نماز پر، اس کی تمام شرائط اور اس کی تکمیل کرنے والے دیگر امور کے ساتھ اس کے اوقات میں ہمیشگی کرتے ہیں۔ وہ اس شخص کی مانند نہیں ہیں جو نماز نہیں پڑھتا یا جو بے وقت پڑھتا ہے یا وہ نماز پڑھتا ہے مگر ناقص طریقے سے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴾ ’’اور جن کے مال میں حصہ مقرر ہے۔‘‘ یعنی زکوۃ اور صدقات میں سے ﴿ لِّلسَّآىِٕلِ ﴾ ’’سائل کے لیے‘‘ جو سوال کرتا ہے ﴿ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴾ ’’اور محروم کے لیے۔‘‘ یہ وہ مسکین ہے جو لوگوں سے سوال نہیں کرتا کہ لوگ اسے عطا کریں اور نہ اس کے حاجت مند ہونے کا پتا چلتا ہے کہ لوگ اس پر صدقہ کریں۔ ﴿ وَ الَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ یعنی جزاوسزا اور قیامت کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں نے جو خبر دی ہے، اس پر ایمان رکھتے ہیں اور انھیں اس پر یقین ہے۔ پس وہ آخرت کے لیے تیاری کرتے ہیں اور اس کے لیے پوری طرح کوشش کرتے ہیں، قیامت کے دن کی تصدیق سے رسولوں اور ان کتابوں کی، جن کو لے کر وہ مبعوث ہوئے ہیں، تصدیق لازم آتی ہے۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴾ یعنی اپنے رب کے عذاب سے خائف اور ڈرتے ہیں اس لیے وہ ہر اس کام کو چھوڑ دیتے ہیں جو انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے قریب کرتا ہے۔ ﴿ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴾ ’’بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے والی چیز نہیں ہے۔‘‘ یہ وہ عذاب ہے جس سے ڈرا جاتا اور بچا جاتا ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴾ پس وہ اپنی شرم گاہوں کے ذریعے سے ایسی مجامعت نہیں کرتے جو حرام قرار دی گئی ہو، یعنی زنا، سدومیت (قوم لوط والا عمل)، بیوی کی دبر میں مجامعت اور حالت حیض وغیرہ میں مجامعت سے بچتے ہیں، نیز وہ اپنی شرم گاہوں کی ان لوگوں کے دیکھنے اور چھونے سے حفاظت کرتے ہیں جن کے لیے دیکھنا اور چھونا جائز نہیں۔ وہ ان تمام وسائل محرمہ کو بھی ترک کر دیتے ہیں جو فحش کام کے ارتکاب کی دعوت دیتے ہیں ﴿ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ ﴾ ’’مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں سے‘‘ یعنی ان کے پاس جانے میں ﴿ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴾ ’’ان پر کوئی ملامت نہیں۔‘‘ یعنی اس مقام میں جماع کرنے پر، جو کھیتی کا مقام ہے، ان پر کوئی ملامت نہیں۔

﴿ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ ﴾ پس جو بیوی اور لونڈی کے علاوہ تلاش کریں ﴿ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴾ ’’تو وہ حد سے نکل جانے والے ہیں‘‘ یعنی وہ لوگ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرائی ہے اس سے تجاوز کر کے اس میں پڑتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ یہ آیت کریمہ نکاحِ متعہ (اور مروجہ حلالہ) کی حرمت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ زوجہ مقصود ہے نہ لونڈی۔ ﴿ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴾ یعنی وہ امانتوں اور عہد کی رعایت رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہیں، امانتوں کو ادا کرنے اور عہد کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ ان تمام امانتوں کو شامل ہے جو بندے اور اس کے رب کے درمیان ہیں جیسے وہ پوشیدہ امور جن کا انسان مکلف بنایا گیا ہے اور انھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ امانتیں جو ان اموال اور اسرار کے بارے میں ہیں جو آپس میں بندوں کے مابین ہیں۔

اسی طرح یہ عہد اس عہد کو بھی شامل ہے جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور اس عہد کو بھی شامل ہے جو اس نے مخلوق سے کیا ہے کیونکہ عہد کے بارے میں بندے سے پوچھا جائے گا کہ آیا وہ اس عہد پر قائم رہا اور اسے پورا کیا یا اس نے اسے دور پھینک دیا، اس میں خیانت کی اور اس پر قائم نہ رہا؟

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴾ یعنی وہ کسی کمی بیشی اور کچھ چھپائے بغیر صرف اسی بات کی گواہی دیتے ہیں جسے وہ جانتے ہیں، وہ گواہی میں کسی رشتہ کی رعایت رکھتے ہیں نہ کسی دوست وغیرہ کی۔ ان کے نزدیک، اس گواہی کو قائم کرنے کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ﴾ (الطلاق: ٦٥/٢) ''اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی کو قائم کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ﴾ (النساء: ١٣٥/٤) ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر قائم رہنے والے بن جاؤ، اللہ کے لیے گواہی دو، خواہ یہ گواہی خود تمہارے خلاف، تمہارے والدین اور قریبی رشتے داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔'' ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴾ ''اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں'' یعنی بہترین طریقے سے اس پر مداومت کے ذریعے سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

﴿ اُولٰٓئِكَ ﴾ یعنی جو لوگ ان صفات سے موصوف ہیں وہ ﴿ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴾ ''جنتوں میں عزت والے ہوں گے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اکرام و تکریم اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے نوازے گا جن کی ان کے نفس خواہش کریں گے اور ان کی آنکھیں لذت حاصل کریں گی اور وہ ان نعمتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل سعادت و خیر کو اوصاف کاملہ، اخلاق فاضلہ سے موصوف کیا ہے، یعنی عبادات بدنیہ، مثلاً: نماز اور اس پر مداومت، اعمال قلبیہ، مثلاً: خشیت الٰہی جو ہر بھلائی کو دعوت دیتی ہے، عبادات مالیہ، عقائد نافعہ، اخلاق فاضلہ، اللہ تعالیٰ سے معاملہ، اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے بہترین معاملہ، یعنی ان کے ساتھ انصاف کرنا، ان کے حقوق اور ان کی امانتوں کی حفاظت کرنا، ایسے افعال سے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کر کے عفت کامل اختیار کرنا۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿٣٦﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿٣٧﴾

پس کیا ہے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا کہ آپ کی طرف تیزی سے دوڑے آ رہے ہیں ○ دائیں سے اور بائیں سے گروہ در گروہ؟ ○

اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿٣٨﴾ كَلَّا ؕ اِنَّا

کیا طمع رکھتا ہے ہر شخص ان میں سے یہ کہ داخل کیا جائے گا وہ نعمت والی جنت میں؟ ○ ہرگز نہیں! بلاشبہ

خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾

ہم نے پیدا کیا ہے انھیں اس چیز سے کہ وہ (اس کو) جانتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ کفار کی فریب خوردگی بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴾ ”پس ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ تمھاری طرف دوڑے چلے آتے ہیں“ یعنی بڑی سرعت سے ﴿ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴾ ”دائیں بائیں سے گروہ گروہ ہوکر“ یعنی متفرق گروہوں اور مختلف جماعتوں میں۔ان میں سے ہر ایک کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہے۔

﴿ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴾ ”کیا ان میں سے ہر شخص یہ توقع رکھتا ہے کہ نعمت کے باغ میں داخل کیا جائے گا“ یعنی کس سبب کی بنا پر وہ توقع رکھتے ہیں جبکہ ان سب کا حال یہ ہے کہ انھوں نے کفر اور رب کائنات کے انکار کے سوا کچھ آگے نہیں بھیجا؟ بنابریں فرمایا: ﴿ كَلَّا ﴾ یعنی معاملہ ان کی آرزوؤں کے مطابق ہوگا نہ وہ اپنی قوت کے ذریعے سے ہر وہ چیز حاصل کرسکیں جسے وہ چاہیں گے۔ ﴿ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ”ہم نے انھیں اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں۔“ یعنی ہم نے انھیں اچھل کر گرنے والے پانی سے بنایا جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔پس وہ بہت کمزور ہیں، وہ خود اپنے کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں، وہ موت پر قادر ہیں نہ زندگی پر اور نہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا

پس قسم کھاتا ہوں میں رب کی مشرقوں اور مغربوں کے یقیناً ہم البتہ قادر ہیں ○ اس بات پر کہ ہم بدلے میں لے آئیں بہتر ان

مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى

سے اور نہیں ہیں ہم عاجز و مغلوب ○ پس آپ چھوڑ دیجیے انھیں کہ وہ مشغول رہیں (باطل میں) اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ

يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا

ملاقات کریں وہ اپنے اس دن سے جس کا وعدہ دیے جاتے ہیں وہ ○ جس دن وہ نکلیں گے قبروں سے دوڑتے ہوئے

كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ

گویا کہ وہ تھانوں (بتوں) کی طرف دوڑ رہے ہیں ○ جھکی ہوں گی ان کی نگاہیں ڈھانپتی ہوگی ان کو ذلت

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ ع

یہی ہے وہ دن جس کا تھے وہ وعدہ دیے جاتے ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشارق و مغارب، سورج، چاند اور ستاروں کی قسم ہے کیونکہ ان میں قیامت پر اور ان کی مانند ایسے لوگ لے آنے میں اس کی قدرت پر بڑی بڑی نشانیاں ہیں جو عین انھی کی طرح ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (الواقعۃ: ۶۱/۵۶) ”اور ہم تمھیں ایسے جہان میں پیدا کریں جس کو تم نہیں جانتے۔“ ﴿ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴾ یعنی اگر ہم کسی کو دوبارہ زندہ کریں تو وہ ہم پر

سبقت لے جا سکتا ہے نہ ہم سے آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ ہمیں عاجز کر سکتا ہے۔

جب حیات بعد الممات اور جزا و سزا متحقق ہوگئی اور وہ اپنی تکذیب اور عدم اطاعت پر جم گئے ﴿فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا﴾ ”تو آپ ان کو باطل میں پڑے رہنے اور کھیلنے میں چھوڑ دیں“ یعنی باطل اقوال اور فاسد عقائد میں مشغول اپنے دین سے کھیلتے رہیں، کھاتے پیتے اور مزے اڑاتے رہیں ﴿حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ﴾ ”حتیٰ کہ جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ اس سے ملاقات کر لیں۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عبرت ناک سزا اور وبال تیار کر رکھا ہے جو ان کے باطل اقوال و عقائد میں مشغول رہنے کا انجام ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے حال کا ذکر فرمایا جب وہ اس دن کا سامنا کریں گے جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا، چنانچہ فرمایا: ﴿يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْاَجْدَاثِ﴾ ”اس دن یہ قبروں سے نکلیں گے۔“ ﴿سِرَاعًا﴾ ”دوڑتے ہوئے۔“ پکارنے والے کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے بڑی سرعت سے اس پکار کی طرف لپکیں گے ﴿كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوفِضُونَ﴾ ”جیسے وہ معین نشان کی طرف دوڑ رہے ہوں۔“ یعنی گویا کہ وہ ایک نشان کا قصد رکھتے ہیں، وہ اس داعی کی آواز کی نافرمانی کر سکیں گے نہ پکارنے والے کی پکار سے ادھر ادھر التفات کریں گے بلکہ ذلیل و مقہور ہو کر رب کائنات کے سامنے پیش ہوں گے۔

﴿خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ﴾ وہ اس طرح کہ ذلت اور اضطراب ان کے دلوں اور عقلوں پر غالب آجائیں گے، ان کی نگاہیں جھک جائیں گی، تمام حرکات ساکن اور تمام آوازیں منقطع ہو جائیں گی، پس یہ حال اور یہ انجام اس دن ہوگا ﴿الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ﴾ ”جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا“ اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کا پورا ہونا لازمی امر ہے۔

تفسیر سورۂ نوح

سُوْرَةُ نُوْحٍ (۷۱) مَكِّيَّةٌ (۷۱) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۲۸ رُكُوْعَاتُهَا ۲

اللہ کے نام سے شروع ہے جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ①

بلاشبہ ہم نے بھیجا نوح کو اس کی قوم کی طرف یہ کہ ڈرا تو اپنی قوم کو پہلے اس سے کہ آئے ان کے پاس عذاب، بہت دردناک ○

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ② اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ③

نوح نے کہا اے میری قوم! یقیناً میں تمھیں ڈرانے والا ہوں ظاہر ○ یہ کہ تم عبادت کرو اللہ کی اور ڈرو اس سے اور اطاعت کرو میری ○

يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ

وہ بخش دے گا تمھارے لیے تمھارے گناہ اور مہلت دے گا تمھیں ایک وقت مقرر تک بلاشبہ اللہ کا (مقرر) وقت جب آتا ہے تو

وقف لازم

لَا یُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ۙ﴿۵﴾ فَلَمْ

نہیں موخر کیا جاتا وہ کاش کہ ہوتے تم جانتے ○ نوح نے کہا اے میرے رب! بلاشبہ میں نے دعوت دی اپنی قوم کو رات اور دن ○ سو نہ

یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ﴿۶﴾ وَ اِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ

زیادہ کیا انہیں میری دعوت نے مگر (حق سے) بھاگنے ہی میں ○ اور میں نے جب بھی دعوت دی انکو تا کہ بخشے تو انہیں تو کر لیں انہوں نے اپنی انگلیاں

فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۚ﴿۷﴾ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ

اپنے کانوں میں اور لپیٹ لیے انہوں نے (اپنے اوپر) اپنے کپڑے اور اڑے رہے وہ اور تکبر کیا انہوں نے تکبر کرنا بڑا ○ پھر میں نے دعوت دی انہیں

جِهَارًا ۙ﴿۸﴾ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۙ﴿۹﴾ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا

بہ آواز بلند ○ پھر میں نے علانیہ کہا ان سے اور خفیہ کہا ان سے بالکل خفیہ ○ چنانچہ میں نے کہا' مغفرت مانگو تم

رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ یُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ

اپنے رب سے' بلاشبہ وہ ہے بڑا بخشنے والا ○ وہ بھیجے گا آسمان (سے بارش) تم پر موسلا دھار ○ اور وہ بڑھائے گا تمہیں ساتھ مالوں

وَّ بَنِیْنَ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ﴿۱۲﴾ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ

اور بیٹوں کے اور (پیدا) کریگا تمہارے لیے باغات اور (جاری) کریگا تمہارے لیے نہریں ○ کیا ہے تمہیں کہ نہیں عقیدہ رکھتے تم اللہ کیلئے

وَقَارًا ۚ﴿۱۳﴾ وَ قَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

وقار (عظمت) کا؟ ○ حالانکہ اس نے پیدا کیا تمہیں مختلف مرحلوں میں ○ کیا نہیں دیکھا تم نے کہ کس طرح پیدا کیے اللہ نے سات آسمان

طِبَاقًا ۙ﴿۱۵﴾ وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَ اللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ

اوپر نیچے؟ ○ اور اس نے بنایا چاند کو ان میں نور اور بنایا سورج کو چراغ ○ اور اللہ نے اگایا ہے تمہیں

مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۙ﴿۱۷﴾ ثُمَّ یُعِیْدُكُمْ فِیْهَا وَ یُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَ اللّٰهُ جَعَلَ

زمین سے (خاص انداز سے) اگانا ○ پھر وہ لوٹائے گا تمہیں اس میں اور وہ نکالے گا تمہیں (دوبارہ) نکالنا ○ اور اللہ نے بنایا

لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۠﴿۲۰﴾ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ

ع

تمہارے لیے زمین کو بچھونا ○ تا کہ تم چلو اس کی کشادہ راہوں میں ○ کہا نوح نے' اے میرے رب! بلاشبہ انہوں نے

عَصَوْنِیْ وَ اتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَ وَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ۚ﴿۲۱﴾ وَ مَكَرُوْا

نافرمانی کی میری اور پیروی کی انہوں نے انکی کہ نہیں زیادہ کیا اسکو اسکے مال اور اسکی اولاد نے مگر خسارے ہی میں ○ اور مکر کیا انہوں نے

مَكْرًا كُبَّارًا ۚ﴿۲۲﴾ وَ قَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۙ۬

مکر بہت بڑا ○ اور کہا انہوں نے' بالکل نہ چھوڑنا تم اپنے معبودوں کو' اور نہ چھوڑنا تم ود کو اور نہ سواع کو

وَّ لَا یَغُوْثَ وَ یَعُوْقَ وَ نَسْرًا ۚ﴿۲۳﴾ وَ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا ۚ۬ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ

اور نہ یغوث کو اور نہ یعوق کو اور نہ نسر کو ○ اور تحقیق انہوں نے گمراہ کیا بہتوں کو اور نہ زیادہ کر تو (یا اللہ!) ان ظالموں کو

اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا خَطِیْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ۬ فَلَمْ یَجِدُوْا لَهُمْ

مگر گمراہی ہی میں ○ بوجہ اپنی خطاؤں کے غرق کیے گئے وہ، پھر داخل کیے گئے وہ آگ میں، تو نہ پایا انہوں نے اپنے لیے

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ

سوائے اللہ کے کوئی مددگار ○ اور کہا نوح نے، اے میرے رب! نہ چھوڑ تو اوپر زمین کے (ان) کافروں میں سے

دَیَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ لَا یَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾

کوئی رہنے سہنے والا ○ بلاشبہ تو نے اگر چھوڑا ان کو تو وہ گمراہ کریں گے تیرے بندوں کو اور نہیں جنیں گے وہ مگر فاجر کافر ہی ○

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ

اے مرے رب! تو مغفرت فرما میری اور میرے والدین کی اور (ہر) اس شخص کی جو داخل ہو میرے گھر میں مومن ہو کر اور ایمان والوں

وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾ ع

اور ایمان والیوں کی اور نہ زیادہ کر تو ظالموں کو مگر تباہی اور ہلاکت میں ○

ع ۲ النصف

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ میں، حضرت نوح علیہ السلام کے اپنی قوم کے اندر، ایک طویل زمانے تک رہنے، ان کو بار بار دعوت توحید دینے اور شرک سے روکنے کی بنا پر ان کا الگ قصہ بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر رحم کرتے ہوئے، ان کو دردناک عذاب سے متنبہ کرتے ہوئے اور ان کو اپنے کفر پر جمے رہنے سے ڈراتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی طرف مبعوث فرمایا، مبادا اللہ تعالیٰ ان کو ابدی ہلاکت اور سرمدی عذاب میں مبتلا کر دے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے سر تسلیم خم کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کے لیے آگے بڑھے اور فرمایا: ﴿یٰقَوْمِ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ﴾ یعنی میں انذار اور تنبیہ کو واضح کر کے کھول کھول کر بیان کرتا ہوں۔ یہ اس لیے کہ آپ نے جس چیز کے ذریعے سے تنبیہ کی اس کو واضح کیا اور جس کے بارے میں تنبیہ کی گئی اس کو واضح کیا اور جس چیز کے ذریعے سے نجات حاصل ہوتی ہے ان سب باتوں کو شافی طور پر بیان کیا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو آگاہ کیا اور اس بارے میں بنیادی چیز کا حکم دیا، چنانچہ فرمایا: ﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ﴾ ''یہ کہ اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو'' اور وہ اس طرح کہ عبادت و توحید میں اللہ تعالیٰ کو یکتا قرار دیا جائے اور شرک کے تمام راستوں اور وسائل سے دور رہا جائے کیونکہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بخش دے گا جب وہ ان کے گناہ بخش دے گا تو انھیں عذاب سے نجات حاصل ہو جائے گی اور وہ ثواب سے بہرہ مند ہوں گے۔ ﴿وَ یُؤَخِّرْكُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ یعنی اس دنیا میں تمھیں متمتع کرے گا اور ایک مدت مقررہ تک ہلاکت کو تم سے دور ہٹا دے گا، یعنی اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے دنیا میں باقی رہنے کی مقدار ایک محدود

وقت تک موخر کر دی جائے گی اور یہ متاع ابدی نہیں ہے، موت کو ضرور آنا ہے، اس لیے فرمایا: ﴿ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آجاتا ہے تو تاخیر نہیں ہوتی، کاش تم جانتے ہوتے۔'' تو تم اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے نہ حق کے ساتھ عناد رکھتے۔ پس انھوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کیا نہ ان کے حکم کی اطاعت کی تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے شکوہ کرتے ہوئے عرض کیا: ﴿ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّ نَهَارًا ۝ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْۤ اِلَّا فِرَارًا ﴾ ''میرے رب! میں اپنی قوم کو دن رات بلاتا رہا، لیکن وہ میرے بلانے سے اور زیادہ گریز کرتے رہے۔'' یعنی حق سے نفرت اور اس سے روگردانی میں اضافہ ہی ہوا، پس دعوت کا کوئی فائدہ باقی نہ رہا کیونکہ دعوت کا فائدہ تب ہے کہ دعوت کے تمام مقاصد یا ان سے کچھ مقاصد حاصل ہوں۔

﴿ وَ اِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ ﴾ ''اور میں نے جب بھی ان کو پکارا تاکہ تو ان کو بخش دے۔'' یعنی اس وجہ سے پکارا کہ وہ اس دعوت کو قبول کریں۔ جب وہ دعوت کو قبول کر لیں گے تو ان کو بخش دیا جائے گا اور اس میں محض ان کی مصلحت ہے مگر وہ اپنے باطل پر مصر اور حق سے دور بھاگتے رہے ﴿ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ ﴾ ''انھوں نے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔'' اس ڈر سے کہ کہیں وہ باتیں ان کے کان میں نہ پڑ جائیں جو ان سے، ان کا نبی نوح (علیہ السلام) کہتا ہے۔ ﴿ وَ اسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ ﴾ یعنی حق سے بعد اور بغض کی بنا پر، اپنے آپ کو کپڑوں سے ڈھانپ کر پردہ کر لیا ﴿ وَ اَصَرُّوْا ﴾ اور انھوں نے اپنے کفر اور شر پر اصرار کیا ﴿ وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴾ اور حق کے مقابلے میں تکبر کیا، پس ان کا شر بڑھ گیا اور بھلائی ان سے دور ہوگئی۔ ﴿ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴾ ''پھر میں ان کو کھلے طور بلاتا رہا۔'' یعنی میں ان سب کو سنا کر دعوت دیتا رہا ﴿ ثُمَّ اِنِّيْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ﴾ ''اور ظاہر اور پوشیدہ، ہر طرح سمجھاتا رہا۔'' یہ سب ان کے ایمان لانے کی حرص اور ان کی خیر خواہی ہے اور ان پر ہر اس طریقے کا استعمال ہے جس کے ذریعے سے مقصد کے حصول کا گمان ہو۔

﴿ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ﴾ یعنی میں نے انھیں کہا کہ تم جن گناہوں کا ارتکاب کر رہے ہو، ان کو چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ سے ان گناہوں کی بخشش طلب کرو۔ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴾ جو کوئی توبہ کر کے اس سے بخشش طلب کرتا ہے، وہ اسے کثرت سے بخشتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو گناہوں کی بخشش اور اس پر جو ثواب مرتب ہوتا ہے اور جو عذاب دور ہوتا ہے، اس کی ترغیب دی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو دنیا کی فوری بھلائی کے ذریعے سے ترغیب دی، چنانچہ فرمایا: ﴿ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴾ یعنی وہ تم پر لگاتار بارش برسائے گا جو وادیوں اور ٹیلوں کو سیراب کر دے گی، شہروں اور بندوں کو زندگی عطا کرے گی۔ ﴿ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ ﴾ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ تمھارے اموال میں، جن کے ذریعے سے تم دنیا کی ہر وہ چیز حاصل کرتے ہو، جس کی تمھیں طلب ہوتی ہے اور تمھاری اولاد میں کثرت عطا

کرے گا﴿ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴾ ’’اور تمھارے لیے باغات پیدا کرے گا اور نہریں جاری کردے گا۔‘‘ یہ دنیا کی لذتوں اوراس کے مطالب کی انتہا ہے۔

﴿ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴾ تمھیں کیا ہے، تم اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیے اس سے خوف نہیں کھاتے اور تمھارے ہاں اللہ تعالیٰ کی کوئی قدر نہیں؟ ﴿ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴾ ’’حالانکہ اس نے تمھیں مختلف اطوار میں پیدا کیا۔‘‘ یعنی ماں کے پیٹ میں، تخلیق کے مختلف مراحل میں پیدا کیا، پھر رضاعت، پھر سن طفولیت، پھر سن تمیز اور پھر جوانی میں منتقل کیا، پھر اس مرحلے میں لے گیا جہاں تمام مخلوق پہنچتی ہے۔ پس وہ ہستی جو تخلیق اور بے مثال تدبیر میں منفرد ہے، صرف اسی کے لیے عبادت اور توحید مختص ہے۔ بندوں کی تخلیق کی ابتدا کے ذکر میں معاد کی طرف اشارہ ہے اور وہ ہستی جو انھیں عدم سے وجود میں لائی، ان کے مرنے کے بعد انھیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی تخلیق سے بھی استدلال کیا ہے جن کی تخلیق انسانوں کی تخلیق سے زیادہ بڑی ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴾ ’’کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمان کیسے اوپر تلے بنائے ہیں۔‘‘ یعنی ہر آسمان کو دوسرے آسمان کے اوپر پیدا کیا۔

﴿ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا ﴾ ’’اور چاند کو ان میں نور بنایا۔‘‘ یعنی زمین والوں کے لیے ﴿ وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴾ ’’اور سورج کو چراغ بنایا۔‘‘ اس میں ان اشیا کی تخلیق کے بڑے ہونے، نیز سورج اور چاند کے فوائد کی کثرت کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے بے پایاں احسان پر دلالت کرتی ہے۔ پس وہ عظیم اور رحیم ہستی، مستحق ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے، اس سے محبت کی جائے، اس سے ڈرا جائے اور امید رکھی جائے۔ ﴿ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴾ ’’اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے‘‘ جب تمھارے باپ آدم کو زمین سے پیدا کیا اور تم اس کی صلب میں تھے۔ ﴿ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا ﴾ ’’پھر تمھیں اسی میں لوٹائے گا۔‘‘ یعنی موت کے وقت ﴿ وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴾ اور وہ تمھیں حشر ونشر کے لیے زمین سے نکالے گا۔ وہی ہے جو زندگی عطا کرنے، موت دینے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر اختیار رکھتا ہے۔

﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴾ ’’اور اللہ ہی نے زمین کو تمھارے لیے فرش بنایا۔‘‘ یعنی زمین کو استفادے کی خاطر پھیلا کر تیار کر دیا ﴿ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴾ ’’تاکہ اس کے بڑے بڑے کشادہ راستوں میں چلو پھرو۔‘‘ پس اگر اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلایا نہ ہوتا تو یہ سب کچھ ممکن نہ ہوتا بلکہ زمین پر کھیتی باڑی کرنا، باغ لگانا، زراعت کرنا، عمارتیں تعمیر کرنا اور سکونت اختیار کرنا بھی ممکن نہ ہوتا۔

﴿ قَالَ نُوْحٌ ﴾ نوح علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور شکوہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ ان کے اندر اس کلام اور وعظ ونصیحت نے کوئی فائدہ نہیں دیا ﴿ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ ﴾ اے میرے رب! انھوں نے ان تمام امور میں میری

نافرمانی کی ہے جن کا میں نے ان کو حکم دیا۔ ﴿ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَ وَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴾ یعنی انھوں نے خیر خواہی کرنے اور بھلائی کی طرف راہ نمائی کرنے والے رسول کی نافرمانی کی اور ان بڑے لوگوں اور اشراف کی پیروی کی جن کو ان کے مال اور اولاد نے خسارے میں ڈالا، یعنی ان کو ہلاکت میں مبتلا کیا اور منافع سے محروم کر دیا، تب اس شخص کا کیا حال ہوگا جس نے ان کی اطاعت کی اور ان کے احکام پر عمل کیا؟

﴿ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴾ یعنی انھوں نے حق کے خلاف عناد میں بہت بڑی چال چلی ﴿ وَقَالُوْا ﴾ اور انھوں نے شرک کی دعوت دیتے اور اس کو مزین کرتے ہوئے کہا: ﴿ لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ ﴾ ''اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔'' انھوں نے ان کو اس شرک کے تعصب کی طرف بلایا جس پر وہ عمل پیرا تھے اور کہا کہ وہ اس دین کو نہ چھوڑیں جس کو ان کے پہلے آباء واجداد نے اختیار کیا ہوا تھا، پھر انھوں نے اپنے معبودوں کا نام لے کر کہا: ﴿ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴾ ''وَد، سُواع، یغُوث، یعُوق اور نَسر کو کبھی ترک نہ کرنا۔'' یہ نیک لوگوں کے نام ہیں جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے سامنے یہ مزین کر دیا کہ وہ ان نیک لوگوں کے بت بنائیں تاکہ...... بزعم خود...... جب وہ ان کو دیکھیں تو ان کو اطاعت میں نشاط حاصل ہو۔ جب طویل زمانہ گزر گیا اور ان کے بعد دوسرے لوگ آئے تو شیطان نے ان سے کہا: ''تمھارے اسلاف ان بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے، ان کو وسیلہ بنایا کرتے تھے اور ان کے وسیلے سے بارش مانگا کرتے تھے تو انھوں نے ان کی پوجا شروع کر دی، اسی لیے ان کے سرداروں نے اپنے پیروکاروں کو نصیحت کی کہ وہ ان بتوں کی عبادت کو نہ چھوڑیں۔

﴿ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا ﴾ یعنی ان بڑوں اور سرداروں نے اپنی دعوت کے ذریعے سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا ﴿ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴾ ''تو تُو ان کو اور گمراہ کر دے۔'' میرے ان کو حق کی دعوت دینے کے وقت اگر وہ گمراہ ہوتے تو یہ مصلحت تھی مگر ان سرداروں کی دعوت سے ان کی گمراہی میں اضافہ ہی ہوا ہے، یعنی اب ان کی کامیابی اور اصلاح کا کوئی امکان باقی نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دنیاوی اور اخروی عذاب اور عقوبت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ مِمَّا خَطِیْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا ﴾ ''وہ اپنے گناہوں کے سبب غرق کر دیے گئے۔'' سمندر کی مانند سیلاب میں غرق کر دیے گئے جس نے ان کو گھیر لیا تھا۔ ﴿ فَاُدْخِلُوْا نَارًا ﴾ ''پس وہ آگ میں ڈال دیے گئے۔'' ان کے اجساد پانی میں چلے گئے اور ارواح آگ کے حوالے کر دی گئیں۔ یہ سب کچھ ان کے گناہوں کے سبب سے تھا جن کے بارے میں ان کا نبی نوح (علیہ السلام) آ کر انھیں متنبہ کرتا رہا، ان کے گناہوں کی نحوست اور ان کے برے انجام سے آگاہ کرتا رہا۔ ان کے نبی نے جو کچھ کہا، انھوں نے اس کو دور پھینک دیا، یہاں تک کہ ان پر عذاب نازل ہو گیا۔ ﴿ فَلَمْ یَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴾ پس انھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہ ملے جو ان کی اس وقت مدد کرتے جب ان پر عذاب نازل ہوا اور نہ کوئی اللہ تعالیٰ کی

قضاوقدر ہی کا مقابلہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

﴿ وَ قَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ لَا تَذَرۡ عَلَی الۡاَرۡضِ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ دَیَّارًا ﴾ ’’نوح (علیہ السلام) نے دعا کی، میرے رب! کسی کافر کو روئے زمین پر بسا نہ رہنے دے‘‘ جو روئے زمین پر گھومتا پھرتا ہے۔ اور اس کا سبب بھی ذکر کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّکَ اِنۡ تَذَرۡہُمۡ یُضِلُّوۡا عِبَادَکَ وَ لَا یَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا ﴾ ’’اگر تو ان کو رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد ہوگی وہ بھی ناشکر گزار ہوگی۔‘‘ یعنی ان کا باقی رہنا، خود ان کے لیے اور دوسروں کے لیے محض فساد کا باعث ہوگا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ بات اس لیے کہی تھی کیونکہ ان کے ساتھ کثرت اختلاط اور ان کے اخلاق سے واسطہ ہونے کی بنا پر آپ کو ان کے اعمال کا نتیجہ معلوم تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمالی۔ پس اللہ نے ان سب کو غرق کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ جو اہل ایمان تھے ان سب کو بچا لیا۔ ﴿ رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنۡ دَخَلَ بَیۡتِیَ مُؤۡمِنًا ﴾ ’’اے میرے رب! مجھے، میرے ماں باپ کو اور اس کو جو ایمان لا کر میرے گھر میں آئے بخش دے۔‘‘ حضرت نوح علیہ السلام نے (اپنی دعا کے لیے) مذکورہ لوگوں کو خاص کیا کیونکہ ان کے حق مؤکد اور ان کے ساتھ نیکی مقدم ہے، پھر اپنی دعا کو عام کرتے ہوئے کہا: ﴿ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا تَبَارًا ﴾ ’’اور ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بھی معاف فرما اور ظالم لوگوں کے لیے اور زیادہ تباہی بڑھا۔‘‘ یعنی ظالموں کے لیے حسرت، تباہی اور ہلاکت میں اضافہ کر۔

تفسیر سورۃ الجن

سُوْرَةُ الْجِنّ (۴۰) مَكِّيَّةٌ (۷۲) | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | اٰیَاتُهَا ۲۸ رُكُوْعَاتُهَا ۲

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾

(اے رسول!) کہہ دیجیے! کہ وحی کی گئی ہے میری طرف یہ کہ غور سے سنا ایک جماعت نے جنوں میں سے (قرآن) تو انھوں نے کہا: بلاشبہ ہم نے سنا قرآن عجیب ○

یَّہۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ ؕ وَ لَنۡ نُّشۡرِکَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾

وہ راہنمائی کرتا ہے راہِ حق کی طرف سو ہم ایمان لائے اس پر اور ہرگز نہیں شریک ٹھہرائیں گے ہم اپنے رب کیساتھ کسی کو بھی ○

﴿ قُلۡ ﴾ اے رسول! لوگوں سے کہہ دیجیے: ﴿ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ ﴾ ’’میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) سنا۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی آیات کے سماع کے لیے اپنے رسول کی طرف متوجہ کیا تاکہ ان پر حجت قائم ہو، ان پر نعمتوں کا اتمام ہو اور وہ اپنی قوم کو متنبہ کرنے والے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ ان کا قصہ لوگوں کو سنا دیں۔ وہ قصہ یہ ہے کہ جب وہ

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپس میں کہنے لگے: ''خاموش رہو'' پس جب وہ خاموش ہو گئے تو وہ قرآن کے معانی کے فہم سے بہرہ ور ہوئے اور قرآن کے حقائق ان کے دلوں تک پہنچ گئے۔ ﴿فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا﴾ ''تو انھوں نے کہا: ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔'' یعنی ہم نے نہایت قیمتی اور تعجب خیز کلام اور نہایت بلند مطالب سنے ہیں۔

﴿یَّهْدِیْۤ اِلَی الرُّشْدِ﴾ ''وہ (قرآن) رشد کی طرف ہدایت کرتا ہے۔'' (رُشْد) ہر اس چیز کے لیے جامع نام ہے جو لوگوں کے دین و دنیا کے مصالح کی طرف ان کی راہ نمائی کرے ﴿فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا﴾ ''تو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔'' پس انھوں نے ایمان کو، جس میں اعمال خیر داخل ہیں اور تقویٰ کو، جو ہر قسم کے شرک کو ترک کرنے کو متضمن ہے، جمع کر لیا۔ انھوں نے اس کا سبب، جس نے ان کو ایمان اور اس کے توابع کی طرف دعوت دی، قرآن کے ان ارشادات کو قرار دیا جن کا ان کو علم ہوا جو مصالح اور فوائد پر مشتمل اور ضرر سے خالی ہیں۔ یہ اس شخص کے لیے بہت بڑی دلیل اور قطعی حجت ہے جو اس سے روشنی حاصل کرتا ہے اور اس کے طریقے کو رہنما بناتا ہے۔ یہی وہ ایمان ہے جو نفع مند ہے جو ہر بھلائی سے بہرہ مند کرتا ہے اور جو ہدایت قرآن پر مبنی ہے، برعکس عادی، پیدائشی اور رواجی ایمان کے کیونکہ یہ تقلیدی ایمان ہے جو شبہات کے خطرات اور بے شمار عوارض میں گھرا ہوا ہے۔

وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۟ۙ

اور یہ کہ بہت بلند ہے شان ہمارے رب کی، نہیں بنائی اس نے کوئی بیوی اور نہ کوئی اولاد ○

﴿وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا﴾ یعنی ہمارے رب کی عظمت بلند و بالا اور اس کے نام مقدس ہیں ﴿مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا﴾ ''اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا ہے نہ بیٹا'' پس وہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور اس کی عظمت سے اس بات کو جان گئے جس سے اس شخص کا ابطال ہوتا ہے جو سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بیوی یا اس کی اولاد ہے کیونکہ وہ ہر صفت کمال میں عظمت و کمال کا مالک ہے جبکہ بیوی اور بیٹا بنانا اس کے منافی ہے کیونکہ یہ کمال غنا کی ضد ہے۔

وَّاَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ سَفِیْهُنَا عَلَی اللّٰهِ شَطَطًا ۟ۙ

اور یہ کہ تھے کہتے ہمارے بیوقوف اوپر اللہ کے جھوٹ ○

یعنی وہ صواب سے ہٹی ہوئی اور حد سے گزری ہوئی بات کہتا ہے اور صرف اس کی سفاہت اور عقل کی کمزوری نے اسے ایسا کرنے پر آمادہ کیا ہے، ورنہ اگر وہ سنجیدہ اور مطمئن ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ کیسے بات کہنی ہے۔

وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ۟ۙ

اور یہ کہ گمان کیا تھا ہم نے کہ ہرگز نہیں کہیں گے انسان اور جن اوپر اللہ کے جھوٹ ○

یعنی اس سے پہلے ہم دھوکے میں مبتلا تھے، انسانوں اور جنات میں سے ہمارے سرداروں اور روسا نے ہمیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ ہمیں ان پر یقین تھا، ہم ان کے بارے میں سمجھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کرتے، اس لیے اس سے قبل ہم ان کے طریقے پر گامزن تھے، آج حق ہم پر واضح ہو چکا ہے، ہم اس کے راستے پر چل رہے ہیں اور ہم نے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے، ہمیں مخلوق میں سے کسی کے ایسے قول کی کوئی پروا نہیں جو ہدایت کے منافی ہو۔

وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ﴿۶﴾

اور یہ کہ تھے کچھ لوگ انسانوں میں سے کہ وہ پناہ پکڑتے تھے کچھ لوگوں کی جنوں میں سے سو انہوں نے زیادہ کر دیا انکو سرکشی میں ○

یعنی انسان جنوں کی عبادت کرتے تھے اور خوف اور گھبراہٹ کے موقعوں پر جنات کی پناہ لیتے تھے۔ پس انسانوں نے جنات کو زیادہ سرکش بنا دیا، یعنی جب جنوں نے دیکھا کہ انسان ان کی عبادت کرتے ہیں اور ان کی پناہ طلب کرتے ہیں تو اس چیز نے ان کی سرکشی اور تکبر میں اضافہ کر دیا۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ضمیر جنات کی طرف لوٹتی ہو، یعنی جب جنات نے انسانوں کو دیکھا کہ وہ ان کی پناہ پکڑتے ہیں تو انھوں نے ان کے خوف اور دہشت زدگی میں اور اضافہ کر دیا تاکہ وہ ان کو جنات کی پناہ لینے اور ان کے قول سے تمسک کرنے پر مجبور کریں زمانہ جاہلیت میں جب انسان کسی خوف ناک وادی میں پڑاؤ کرتا تو کہتا: ''میں اس وادی کے سردار کی، اس کی قوم کے بیوقوفوں سے، پناہ مانگتا ہوں۔''

وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ﴿۷﴾

اور یہ کہ انہوں نے بھی گمان کیا تھا جیسا کہ تم (جنوں) نے گمان کیا تھا یہ کہ ہرگز نہیں (دوبارہ) اٹھائے گا اللہ کسی کو بھی ○

یعنی جب انھوں نے حیات بعد الموت کا انکار کر دیا تو شرک اور سرکشی اختیار کرنے کی جرأت کی۔

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ﴿۸﴾

اور یہ کہ ہم نے ٹٹولا آسمان کو تو پایا ہم نے اسے بھرا ہوا سخت پہرے داروں اور شعلوں سے ○

﴿ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ ﴾ یعنی جب ہم آسمان پر آئے اور وہاں کے حالات کی خبر لی ﴿ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا ﴾ ''تو ہم نے بھرا ہوا پایا اس کو مضبوط چوکیداروں سے۔'' یعنی اس کے کناروں تک پہنچنے اور اس کے قریب آنے سے اس کی حفاظت کی گئی تھی ﴿ وَّشُهُبًا ﴾ ''اور انگاروں سے۔'' ان انگاروں کو ان جنات پر پھینکا جاتا ہے جو آسمانوں کی سن گن لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ہماری پہلی عادت کے برعکس ہے کیونکہ پہلے ہمارے لیے آسمان کی خبروں تک رسائی ممکن تھی۔

وَّ اَنَّا كُنَّا نَقۡعُدُ مِنۡهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمۡعِ ؕ فَمَنۡ يَّسۡتَمِعِ الۡاٰنَ

اور یہ کہ تھے ہم بیٹھا کرتے اس (آسمان) کے ٹھکانوں میں (باتیں) سننے کے لیے پس جو کوئی کان لگاتا ہے اب'

يَجِدۡ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾

پاتا ہے وہ اپنے لیے شعلہ گھات میں تیار ○

﴿وَّ اَنَّا كُنَّا نَقۡعُدُ مِنۡهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمۡعِ﴾ ''اس سے پہلے ہم سن گن لینے کے لیے آسمان کے ٹھکانوں پر بیٹھا کرتے تھے'' ہم اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق آسمان کی خبریں حاصل کر لیتے تھے۔ ﴿فَمَنۡ يَّسۡتَمِعِ الۡاٰنَ يَجِدۡ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا﴾ اب اگر کوئی سن گن لینے کی کوشش کرتا ہے تو شہاب ثاقب کو گھات میں لگے ہوئے پاتا ہے جو اس کو تلف کرنے اور جلا ڈالنے کے لیے تیار ہوتا ہے، یعنی یہ معاملہ بہت عظیم اور اس کی خبر بہت بڑی ہے۔ انھیں قطعی طور پر یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر ایک بڑا واقعہ وقوع پذیر کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ اس لیے انھوں نے کہا:

وَّ اَنَّا لَا نَدۡرِيۡۤ اَشَرٌّ اُرِيۡدَ بِمَنۡ فِي الۡاَرۡضِ اَمۡ اَرَادَ بِهِمۡ رَبُّهُمۡ رَشَدًا ۙ﴿۱۰﴾

اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کیا شر کا ارادہ کیا گیا ہے انکے ساتھ جو زمین میں ہیں یا ارادہ کیا ہے انکی بابت انکے رب نے بھلائی کا؟ ○

یعنی خیر یا شر میں سے ایک لازمی امر ہے کیونکہ انھوں نے دیکھ لیا کہ ان پر معاملہ بدل چکا ہے جو ان کو اچھانہ لگا۔ پس انھوں نے اپنی فطانت سے پہچان لیا کہ کوئی معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور زمین پر وقوع میں لانا چاہتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان کے ادب کا بیان ہے کیونکہ انھوں نے خیر کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی اور ادب کی بنا پر شر کے فاعل کو حذف کر دیا۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوۡنَ وَمِنَّا دُوۡنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ۙ﴿۱۱﴾

اور یہ کہ کچھ ہم میں سے نیک ہیں اور کچھ ہم میں سے اس کے علاوہ ہیں' تھے ہم مختلف طریقوں (مذاہب) پر ○

﴿وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوۡنَ وَمِنَّا دُوۡنَ ذٰلِكَ﴾ ''اور یہ کہ کوئی ہم میں سے نیک ہیں اور کوئی اور طرح کے۔'' یعنی فساق، فجار اور کفار ﴿كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا﴾ ''ہمارے کئی طرح کے مذہب ہیں۔'' یعنی مختلف و متنوع گروہ اور متفرق خواہشات ہیں۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر فرحاں و شاداں ہے۔

وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنۡ لَّنۡ نُّعۡجِزَ اللّٰهَ فِي الۡاَرۡضِ وَلَنۡ نُّعۡجِزَهٗ هَرَبًا ۙ﴿۱۲﴾

اور یہ کہ ہم نے سمجھ لیا تھا کہ ہرگز نہیں عاجز کر سکیں گے ہم اللہ کو زمین میں' اور ہرگز نہیں عاجز کر سکیں گے ہم اس کو بھاگ کر ○

یعنی اس وقت ہم پر پوری طرح واضح ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل قدرت کا مالک اور ہم کامل طور پر بے بس ہیں، ہماری پیشانیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، ہم زمین میں اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اگر ہم فرار ہوں تو

فرار ہو کر اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کر سکتے، ہم نے فرار کے اسباب کے ذریعے سے اس کے دست قدرت سے باہر نکلنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ اس سے بھاگ کر اس کے سوا کہیں ٹھکانا اور پناہ گاہ نہیں۔

وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ

اور یہ کہ جب سنی ہم نے ہدایت (کی بات) تو ایمان لے آئے ہم اس پر پس جو کوئی ایمان لائے گا اپنے رب پر

فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾

تو نہیں ڈرے گا وہ کسی نقصان سے اور نہ ظلم و زیادتی سے ○

﴿ وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى ﴾ ”اور جب ہم نے ہدایت (کی کتاب) سنی“ اور وہ قرآن کریم ہے جو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ہم نے اس کی رشد و ہدایت کو پہچان لیا اور اس نے ہمارے دلوں پر اثر کیا ﴿ اٰمَنَّا بِهٖ ﴾ ”تو ہم اس پر ایمان لے آئے“ پھر انھوں نے اس بات کا ذکر کیا جو مومن کو ترغیب دیتی ہے، چنانچہ انھوں نے کہا: ﴿ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًا ﴾ یعنی جو کوئی اپنے رب پر سچا ایمان لے آیا، اسے کسی نقصان سے واسطہ پڑے گا نہ کوئی تکلیف لاحق ہوگی اور جب وہ شر سے محفوظ ہو گیا تو اسے بھلائی حاصل ہو گئی۔ پس ایمان ایک ایسا سبب ہے جو ہر قسم کی بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے اور ہر قسم کے شر کی نفی کرتا ہے۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾

اور یہ کہ کچھ ہم میں سے مسلمان ہیں اور کچھ ہم میں سے ظالم ہیں، پس جو کوئی اسلام لایا تو انہوں نے تلاش کر لی راہ حق ○

﴿ وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ﴾ ”اور بے شک ہم میں بعض فرماں بردار ہیں اور بعض (نافرمان) گناہ گار ہیں۔“ یعنی صراط مستقیم سے ہٹنے اور اس کو چھوڑنے والے ﴿ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴾ پس جو فرماں بردار ہوئے۔ انھوں نے رشد و ہدایت کا راستہ پا لیا، جو ان کو جنت اور اس کی نعمتوں تک پہنچاتا ہے۔

وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾

اور لیکن وہ جو ظالم ہیں تو وہ ہیں جہنم کا ایندھن ○

یعنی ظالم لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے ظلم کی پاداش میں جہنم رسید کرے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ظلم نہیں بلکہ یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے۔

وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِیْقَةِ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾

اور (وحی کی گئی ہے) یہ کہ اگر قائم رہیں وہ سیدھے راستے پر تو البتہ ہم پلائیں ان کو پانی وافر ○

یعنی اگر وہ ﴿ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِیْقَةِ ﴾ ”سیدھے راستے پر رہتے“ ﴿ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴾ ”تو ہم

انھیں وافر پانی پلاتے۔'' یعنی وہ مزے سے بستے لیکن ان کے ظلم وعدوان نے انھیں اس سے روک دیا۔

لِّنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾

تاکہ ہم آزمائیں انکو اس میں اور جو کوئی اعراض کریگا ذکر سے اپنے رب کے تو وہ (رب) داخل کریگا اسے عذاب سخت میں ○

﴿لِّنَفْتِنَهُمْ فِيهِ﴾ یعنی تاکہ ہم ان کو آزمائیں اور ان کا امتحان لیں تاکہ جھوٹے اور سچے کے درمیان فرق ظاہر ہو جائے ﴿وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا﴾ یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ذکر...... جو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے...... سے روگردانی کرے، اس کی اتباع کرے نہ اس کی اطاعت کرے بلکہ اس کے بارے میں غافل رہے تو اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب دے گا، یعنی سختی کی انتہا کو پہنچا ہوا عذاب۔

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ﴿١٨﴾

اور یہ کہ مسجدیں (صرف) اللہ ہی کے لیے ہیں پس نہ پکارو تم اللہ کیساتھ کسی کو بھی ○

یعنی مساجد میں دعائے عبادت یا دعائے مسئلہ غرضیکہ کوئی سی بھی دعا اللہ کے سوا کسی سے نہ کی جائے کیونکہ مساجد اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے سب سے بڑا مقام و محل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص، اس کی عظمت کے سامنے خضوع اور اس کے غلبے کے سامنے فروتنی کی بنیاد پر تعمیر کی گئی ہیں۔

وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾ ع ١٩

اور یہ کہ جب کھڑا ہوا بندہ اللہ کا (محمد ﷺ) کہ وہ پکارے اس (اللہ) کو تو قریب تھے وہ کہ ہوں وہ اس پر بھیڑ کر کے پل پڑنے والے ○

﴿وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ﴾ یعنی جب اللہ کا بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے، اس کی عبادت کرتا ہے اور قرآن پڑھتا ہے تو قریب ہے کہ جنات اپنی کثرت کے باعث ﴿عَلَيْهِ لِبَدًا﴾ اور جو ہدایت آپ لے کر آئے ہیں، اس میں حرص کی بنا پر، آپ پر ہجوم کریں۔

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ﴿٢٠﴾

کہہ دیجیے: بس میں تو پکارتا ہوں اپنے رب ہی کو اور نہیں شریک ٹھہراتا میں اس کے ساتھ کسی کو ○

﴿قُلْ﴾ اے رسول! جس چیز کی طرف آپ دعوت دے رہے ہیں اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ان سے کہہ دیجیے: ﴿إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا﴾ ''بے شک میں اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔'' یعنی میں اللہ تعالیٰ کو ایک مانتا ہوں، اس کا کوئی شریک نہیں، میں اس کے سوا تمام خود ساختہ ہمسروں، بتوں اور ان ہستیوں سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں جن کو مشرکین نے اللہ کے سوا معبود بنا رکھا ہے۔

قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾

کہہ دیجیے: بلاشبہ میں نہیں اختیار رکھتا تمہارے لیے کسی نقصان کا اور نہ بھلائی کا ○

رسول اکرم ﷺ کو کہا جا رہا ہے کہ آپ انھیں اس بات کی وضاحت کر دیں کہ میں تو ایک بندہ ہوں، معاملے اور تصرف میں مجھے کوئی اختیار نہیں۔

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ۬ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ۙ

کہہ دیجیے: یقیناً ہرگز نہیں پناہ دے گا مجھے اللہ (کے عذاب) سے کوئی بھی اور ہرگز نہیں پاؤں گا میں اس کے سوا کوئی پناہ گاہ ○

﴿قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ﴾ ''کہہ دیجیے: مجھے ہرگز کوئی اللہ سے نہیں بچا سکتا'' یعنی میں کسی سے فریاد رسی نہیں چاہتا جو مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچائے۔ جب رسول اللہ ﷺ جو مخلوق میں کامل ترین ہستی ہیں، کسی نقصان اور رشد و ہدایت کا اختیار نہیں رکھتے اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے تو آپ اپنے آپ کو اس سے بچا نہیں سکتے تو پھر مخلوق میں سے دیگر لوگوں کا اپنے آپ کو بچانے پر قادر نہ ہونا اولیٰ واحری ہے۔ ﴿وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا﴾ اور اس کے سوا میں کوئی پناہ گاہ اور بچ نکلنے کی جگہ نہیں پاتا۔

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ

(نہیں اختیار رکھتا میں) سوائے پہنچا دینے کے اللہ کا (حکم) اور اسکے پیغامات اور جو کوئی نافرمانی کریگا اللہ اور اسکے رسول کی تو بلاشبہ اس کیلیے

نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ؕ

آتش جہنم ہے ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں ابد تک ○

﴿اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ﴾ مجھے لوگوں پر کوئی خصوصیت حاصل نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق تک اپنے پیغام پہنچانے اور ان کو اپنی طرف دعوت دینے کے لیے مجھے مختص کیا ہے اور اسی سے لوگوں پر حجت قائم ہوتی ہے۔ ﴿وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا﴾ ''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، ایسے لوگ جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔'' اس سے مراد معصیت کفریہ ہے جیسا کہ دیگر محکم نصوص اس کو مقید کرتی ہیں۔ رہی مجرد معصیت تو وہ جہنم میں خلود کی موجب نہیں جیسا کہ قرآن کی آیات اور نبی اکرم ﷺ کی احادیث دلالت کرتی ہیں، اس پر امت کے تمام اسلاف اور تمام ائمہ کا اجماع ہے۔

حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾

یہاں تک کہ جب وہ دیکھیں گے وہ (عذاب) کہ وعدہ دیے جاتے ہیں وہ (اسکا) تو یقیناً جان لیں گے وہ کہ کون کمزور تر ہے باعتبار مددگار کے اور کم تر ہے عدد میں ○

﴿حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ﴾ یعنی جب وہ عیاں طور پر اس کا مشاہدہ کریں گے اور انھیں یقین آ جائے گا کہ وہ ان پر واقع ہونے والا ہے ﴿فَسَيَعْلَمُوْنَ﴾ تب انھیں حقیقت معلوم ہو گی کہ ﴿مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا﴾ ''مددگار کس کے کمزور ہیں اور شمار کن کا تھوڑا ہے۔'' جب کوئی دوسرا ان کی مدد کر سکے گا نہ وہ خود اپنی مدد کر سکیں گے اور جب انھیں اکیلے اکیلے اٹھایا جائے گا جیسا کہ وہ پہلی مرتبہ پیدا کیے گئے تھے۔

قُلْ اِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْۤ اَمَدًا ﴿٢٥﴾

کہہ دیجیے: نہیں جانتا میں کیا قریب ہے وہ (عذاب) جس کا وعدہ دیے جاتے ہو تم یا (مقرر) کرتا ہے اس کیلئے میرا رب کوئی لمبی مدت؟ ○

﴿قُلْ﴾ ''کہہ دیجیے:'' اگر وہ آپ سے پوچھیں: ﴿مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ﴾ (یونس: ١٠/٤٨) ''یہ وعدہ کب پورا ہو گا؟'' تو ان سے کہہ دیجیے: ﴿اِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْۤ اَمَدًا﴾ ''میں نہیں جانتا کہ تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے، وہ قریب ہے یا میرے رب نے اس کی مدت دراز کر دی ہے؟'' یعنی وہ اسکی کوئی طویل مدت مقرر کرتا ہے تو اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿٢٦﴾

(وہی) عالم الغیب ہے پس نہیں مطلع کرتا وہ اپنے غیب پر کسی کو بھی ○

مخلوق میں سے کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ وہ اکیلا ہی ضمائر، اسرار اور غیوب کا علم رکھتا ہے۔

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿٢٧﴾

مگر جسے وہ پسند کرے (یعنی) رسول کو تو بے شک وہ مقرر کرتا ہے اس (رسول) کے آگے اور اس کے پیچھے محافظ ○

﴿اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ ''مگر جس رسول کو پسند فرمائے۔'' پس اسے صرف اسی غیب سے آگاہ کرتا ہے جس سے آگاہ کرنے کا اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے رسول دیگر انسانوں کی مانند نہیں ہیں کیونکہ انھیں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص تائید سے نوازا ہے جس سے اس نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں نوازا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف جو وحی کی اس کی حفاظت بھی کی حتیٰ کہ رسول اس وحی کی حقیقت کو پہنچ گئے، بغیر اس کے کہ شیاطین اس کے قریب آئیں اور اس میں کمی بیشی کر سکیں، اس لیے فرمایا: ﴿فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا﴾ ''وہ اس کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ

تاکہ وہ جان لے یہ کہ انھوں نے پہنچا دیے ہیں پیغامات اپنے رب کے اور اللہ نے احاطہ کر رکھا ہے ان چیزوں کا جو انکے پاس ہیں،

وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿٢٨﴾ ع ٢ ١٢

اور اس نے شمار کر رکھا ہے ہر چیز کا گنتی کے اعتبار سے ○

﴿ لِیَعْلَمَ ﴾ تا کہ اسے معلوم ہو جائے ﴿ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ ﴾ ’’کہ انھوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچادیے ہیں۔‘‘ ان اسباب کے ذریعے سے جو ان کے لیے اس نے مہیا کیے ﴿ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ ﴾ ’’اور جو کچھ ان کے پاس ہے اس نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے۔‘‘ یعنی جو کچھ ان کے پاس ہے جسے وہ چھپاتے ہیں اور جسے وہ ظاہر کرتے ہیں۔ ﴿ وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴾ اور ہر چیز کو اس نے شمار کر رکھا ہے۔‘‘

فوائد: یہ سورۂ مبارکہ متعدد فوائد پر مشتمل ہے:

(۱) اس سورت سے جنات کا وجود ثابت ہوتا ہے، نیز یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جنات امرونہی کے مکلف ہیں، ان کو ان کے اعمال کی جزادی جائے گی جیسا کہ یہ اس سورت میں صریح طور پر مذکور ہے۔

(۲) اس سورۂ کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس طرح انسانوں کی طرف مبعوث کیے گئے تھے، اسی طرح جنات کی طرف بھی مبعوث تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف بھیجا تا کہ وہ قرآن کو غور سے سنیں جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے اور پھر اسے اپنی قوم تک پہنچائیں۔

(۳) اس سورۂ مبارکہ سے جنات کی ذہانت اور ان کی معرفتِ حق کا اثبات ہوتا ہے اور جس چیز نے انھیں ایمان لانے پر آمادہ کیا وہ یہ ہے کہ ہدایت قرآن ان پر متحقق ہوگئی، نیز اپنے خطاب میں قرآن کے حسن ادب کی بنا پر (ایمان لانے پر آمادہ ہوئے)۔

(۴) اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول ﷺ پر کامل عنایت تھی اور وہ قرآن اس کی حفاظت میں تھا جسے رسول اللہ ﷺ لے کر تشریف لائے۔ پس جب آپ کی نبوت کی بشارتیں شروع ہوئیں، ستاروں کے ذریعے سے آسمان محفوظ ہوئے، شیاطین اپنی اپنی جگہیں چھوڑ کر بھاگ گئے اور گھبرا کر اپنی گھاتوں سے نکل گئے۔ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اہل زمین پر اس قدر رحم فرمایا جس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ ان کے رب نے ان کو رشد و ہدایت سے بہرہ ور کرنے کا ارادہ کیا، پس اس نے ارادہ فرمایا کہ اپنے دین و شریعت اور اپنی معرفت کو زمین پر ظاہر کرے جس سے دلوں کو بہجت و سرور حاصل ہو، خردمند لوگ خوش ہوں، شعائر اسلام ظاہر ہوں اور اہل اصنام اور اہل اوثان کا قلع قمع ہو۔

(۵) اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جنات میں رسول اللہ ﷺ (سے قرآن) کو سننے اور آپ کے پاس اکٹھے ہونے کی شدید خواہش تھی۔

(۶) یہ سورۂ کریمہ توحید کے حکم اور شرک کی ممانعت پر مشتمل ہے، نیز اس میں مخلوق کی حالت بیان کی گئی ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ذرہ بھر عبادت کا مستحق نہیں کیونکہ جب رسول مصطفیٰ محمد ﷺ جو مخلوق میں افضل اور کامل ترین ہستی ہیں، کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتے بلکہ خود اپنی ذات کو نفع نقصان

نہیں پہنچا سکتے تو معلوم ہوا کہ اسی طرح تمام مخلوق بھی کسی کو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتی، پس جس مخلوق کا یہ وصف ہو اس کو معبود بنانا خطا اور ظلم ہے۔

(۷) اس سورۂ مبارکہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ علوم غیب کا علم رکھنے میں اللہ تعالیٰ منفرد ہے مخلوق میں سے کوئی ہستی غیب کا علم نہیں جانتی، سوائے اس کے جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو اور کسی چیز کا علم عطا کرنے کے لیے اسے مختص کرے۔

تفسیر سورۃ المزمل

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ (۷۳) مَكِّيَّةٌ (۳) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۲۰ رُكُوْعَاتُهَا ۲

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾

اے لپٹنے والے کپڑے میں!○ قیام کیجیے رات میں مگر تھوڑا سا○ (یعنی) نصف (حصہ) رات کا یا کم کیجیے اس سے تھوڑا سا○

اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّ

یا زیادہ کیجیے اس پر اور پڑھیے قرآن ٹھہر ٹھہر کر○ یقیناً عنقریب ہم ڈالیں گے آپ پر ایک بات بہت بھاری○ بلاشبہ

نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ؕ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ؕ﴿۷﴾

اٹھنا رات کا زیادہ سخت ہے (نفس کے) کچلنے میں اور زیادہ درست رکھنے والا ہے بات کو○ بلاشبہ آپ کیلئے دن میں مصروفیت ہے، بہت○

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ؕ﴿۸﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

اور یاد کیجیے نام اپنے رب کا اور (سب سے کٹ کر) متوجہ ہو جائیے اسکی طرف یکسو ہو کر○ (وہ) رب ہے مشرق و مغرب کا نہیں کوئی معبود سوائے اسکے

فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿۹﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿۱۰﴾

سو بنا لیجیے اسکو (اپنا) کارساز○ اور صبر کیجیے ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں اور چھوڑ دیجیے انہیں چھوڑ دینا اچھے طریقے سے○

وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿۱۱﴾

اور چھوڑ دیجیے مجھے اور تکذیب کرنے والے آسودہ حال لوگوں کو اور مہلت دیجیے انہیں تھوڑی سی○

﴿اَلْمُزَّمِّلُ﴾ کا معنی بھی ﴿اَلْمُدَّثِّرُ﴾ کی طرح کپڑوں میں لپٹنے والا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی رسالت کے ذریعے سے اکرام بخشا اور حضرت جبریل علیہ السلام کو آپ کی طرف بھیج کر وحی نازل کرنے کی ابتدا کی تو اس وقت آپ اس وصف سے موصوف ہوئے۔ آپ نے ایک ایسا معاملہ دیکھا کہ اس جیسا معاملہ آپ نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور اس پر رسولوں کے سوا کوئی بھی ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔

آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: ''پڑھیے''! آپ نے فرمایا: ''میں پڑھ نہیں سکتا'' جبریل علیہ السلام نے آپ کو

خوب بھینچا جس سے آپ کو تکلیف ہوئی، جبریل آپ کو بار بار پڑھنے کی مشق کرواتے رہے تو بالآخر رسول اللہ ﷺ نے پڑھا، یہ وحی و تنزیل کا پہلا موقع اور ایک نیا تجربہ تھا، اس سے آپ پر گھبراہٹ طاری ہوگئی، آپ اپنے گھر والوں کے پاس تشریف لائے تو آپ پر کپکپی طاری تھی۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو''۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثبات سے بہرہ ور کیا اور آپ پر پے در پے وحی نازل ہوئی حتیٰ کہ آپ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں کوئی رسول نہیں پہنچ سکا۔ (سُبْحَانَ اللّٰہِ!) وحی کی ابتدا اور اس کی انتہا کے مابین کتنا بڑا تفاوت ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس وصف کے ساتھ مخاطب فرمایا جو آپ میں ابتدا کے وقت پایا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں آپ کو ان عبادات کا حکم دیا جو آپ سے متعلق تھیں، پھر آپ کو اپنی قوم کی اذیت رسانی پر صبر کرنے کا حکم دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ اس کے حکم کو کھلم کھلا بیان کر دیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کا اعلان کر دیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو افضل ترین عبادت نماز کو مؤکد ترین اور بہترین اوقات پر ادا کرنے کا حکم دیا اور وہ ہے تہجد کی نماز۔

یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے آپ کو تمام رات قیام کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ فرمایا: ﴿قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی رات۔'' پھر اس کا اندازہ مقرر کر دیا، چنانچہ فرمایا: ﴿نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ﴾ نصف رات یا نصف میں سے بھی ﴿قَلِيْلًا﴾ کچھ کم کر دیجیے، ایک تہائی کے لگ بھگ ہو ﴿اَوْ زِدْ عَلَيْهِ﴾ یا نصف سے کچھ زیادہ، یعنی دو تہائی رات کے لگ بھگ ہو۔ ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ ''اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔'' کیونکہ ترتیلِ قرآن سے تدبر اور تفکر حاصل ہوتا ہے، اس سے دلوں میں تحریک پیدا ہوتی ہے، اس کی آیات کے ساتھ تعبُّد حاصل ہوتا ہے اور اس پر عمل کے لیے مکمل استعداد اور آمادگی پیدا ہوتی ہے۔

کیونکہ فرمایا: ﴿اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا﴾ یعنی ہم آپ کی طرف یہ بھاری قرآن وحی کریں گے، یعنی وہ معانیٔ عظیمہ اور اوصافِ جلیلہ کا حامل ہے۔ قرآن، جس کا وصف یہ ہو، اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے لیے تیاری کی جائے، اس کو ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے اور جن مضامین پر مشتمل ہے ان میں غور و فکر کیا جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رات کے قیام کے حکم کی حکمت بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ﴾ یعنی رات کو سو کر اٹھنے کے بعد نماز پڑھنا ﴿هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا﴾ نفس پر قابو پانے کے لیے بہت کارگر اور قرآن کے مقصد کے حصول کے زیادہ قریب ہے۔ قلب و لسان اس سے مطابقت رکھتے ہیں، اس وقت مشاغل کم ہوتے ہیں اور جو کچھ وہ پڑھتا ہے اس کا فہم حاصل ہوتا ہے اور اس کا معاملہ درست ہو جاتا ہے۔ یہ دن کے اوقات کے برعکس ہے کیونکہ دن کے اوقات میں یہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔

اسی لیے فرمایا: ﴿اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا﴾ ''دن کے وقت آپ کو اور بہت مشاغل ہوتے ہیں۔''

یعنی اپنی حوائج اور معاشی ضروریات کے لیے آپ کو بار بار آنا جانا پڑتا ہے جو قلب کے مشغول ہونے اور مکمل طور پر فارغ نہ ہونے کا موجب بنتا ہے۔﴿ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ ﴾ ''اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرو۔'' یہ ذکر کی تمام انواع کو شامل ہے ﴿ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ ﴾ ''اور سب سے کٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جایئے''، یعنی اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کیجیے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس کی طرف انابت، قلب کے خلائق سے علیحدہ اور لاتعلق ہونے، اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان اوصاف سے متصف ہونے کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرب بناتے ہیں اور اس کی رضا کے قریب کرتے ہیں۔

﴿ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ ﴾ یہ اسم جنس ہے جو تمام مشارق و مغارب کو شامل ہے۔ پس اللہ تعالیٰ مشارق و مغارب، ان کے اندر جو انوار اور عالم علوی اور عالم سفلی کے لیے جو مصالح ہیں، سب کا رب، ان کا خالق اور مدبر ہے۔﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ اس بالا و بلند تر ہستی کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو محبت و تعظیم اور اجلال و تکریم سے مختص کیا جائے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴾ پس اسے اپنے تمام امور کی تدبیر کرنے والا اور محافظ بنا۔

جب اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر نماز اور عمومی طور پر ذکر الٰہی کا حکم دیا...... جس سے بندۂ مومن میں بھاری بوجھ اٹھانے اور پر مشقت اعمال بجالانے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان باتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے جو آپ کے معاندین آپ کو کہتے ہیں اور آپ کو اور جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں اسے سب و شتم کرتے ہیں، نیز یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلتے رہیں کوئی روکنے والا آپ کی راہ کھوٹی کر سکے نہ کوئی آپ کو لوٹا سکے اور یہ کہ آپ بھلے طریقے سے ان سے کنارہ کش ہو جائیں اور یہ کنارہ کشی وہاں ہے جہاں مصلحت کنارہ کشی کا تقاضا کرتی ہے جس میں کوئی اذیت نہ ہو بلکہ ان کی تکلیف دہ باتوں سے اعراض کرتے ہوئے، ان سے کنارہ کشی کا معاملہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان سے اس طریقے سے بحث کریں جو احسن ہو۔

فرمایا: ﴿ وَ ذَرْنِيْ وَ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیجیے، میں ان سے انتقام لوں گا، میں نے اگرچہ ان کو مہلت دی ہے مگر میں ان کو مہمل نہیں چھوڑوں گا۔﴿ اُولِي النَّعْمَةِ ﴾ یعنی نعمتوں سے بہرہ مند اور دولت مند لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے جب اپنے رزق سے فراخی عطا کی اور اپنے فضل سے ان کو نوازا تو انھوں نے سرکشی کا رویہ اختیار کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ﴾ (العلق: ٦/٩٦-٧) ''ہرگز نہیں، انسان جب اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے تو سرکش ہو جاتا ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب کی وعید سنائی جو اس کے پاس ہے، چنانچہ فرمایا:

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ﴿۱۲﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ

بلاشبہ ہمارے ہاں بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ ○ اور طعام گلے میں پھنس جانیوالا اور عذاب، بہت دردناک ○ جس دن کانپے گی

الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ وَ كَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾

زمین اور پہاڑ اور ہو جائیں گے پہاڑ ریت کے ٹیلے بھربھرے ○

یعنی ہمارے پاس ﴿ اَنْكَالًا ﴾ سخت عذاب ہے، اسے ہم نے اس شخص کے لیے عبرتناک سزا بنایا ہے جو ان امور پر جما ہوا ہے جن پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ ﴿ وَّجَحِيْمًا ﴾ اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے ﴿ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ ﴾ ''اور گلوگیر کھانا'' یہ اچھو اس کھانے کی تلخی، بدمزگی، اس کے ذائقے کی کراہت اور اس کی بے انتہا گندی بدبو کی بنا پر لگے گا۔ ﴿ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ اور انتہائی دردناک اور تکلیف دہ عذاب ہے۔ ﴿ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ ﴾ جس روز زمین اور پہاڑ بہت بڑے خوف سے کانپ اٹھیں گے ﴿ وَكَانَتِ الْجِبَالُ ﴾ اور زمین پر مضبوطی سے جمے ہوئے ٹھوس اور سخت پہاڑ ﴿ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴾ ریت کے بھربھرے ٹیلے بن جائیں گے، یعنی بکھری ہوئی ریت کی مانند، پھر اس کے بعد یہ ریت آہستہ آہستہ پھیل کر اڑتا ہوا غبار بن جائے گی۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ۬ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ

بلاشبہ ہم نے بھیجا ہے تمہاری طرف ایک رسول شہادت دینے والا تم پر جیسے بھیجا تھا ہم نے فرعون کی طرف

رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾

ایک رسول ○ پس نافرمانی کی فرعون نے اس رسول کی تو پکڑ لیا ہم نے اسے پکڑنا نہایت سخت ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نبی امی وعربی (ﷺ) کے بھیجے جانے پر...... جو خوشخبری دینے والا، تنبیہ کرنے والا اور امت پر ان کے اعمال کے ذریعے سے گواہ ہے...... اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش کرو، اس کا شکر ادا کرو اور اس نعمت جلیلہ کا اعتراف کرو۔ اپنے رسول کا انکار کرنے اور اس کی نافرمانی کرنے سے بچو، ایسا نہ ہو کہ تم فرعون کی مانند ہو جاؤ، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی طرف مبعوث فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور اسے توحید کا حکم دیا مگر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق نہ کی بلکہ اس کے برعکس اس نے آپ کی نافرمانی کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بڑے وبال، یعنی انتہائی شدت کے ساتھ پکڑ لیا۔

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ

پس کیسے بچو گے تم اگر کفر کیا تم نے اس دن (کے عذاب سے) کہ کر دے گا وہ بچوں کو بوڑھا؟ ○ آسمان پھٹ جائے گا

بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾

بوجہ اس کے اور ہے وعدہ اس کا کیا ہوا ○

یعنی تمہیں قیامت کے روز کیسے نجات حاصل ہو سکتی ہے، وہ ایسا دن ہے جس کا معاملہ نہایت ہولناک اور جس کا خطرہ بہت عظیم ہوگا۔ جو بچوں کو بوڑھا، اور بڑے بڑے جمادات کو پگھلا کر رکھ دے گا، پس (اس کے خوف

سے) آسمان پھٹ جائے گا اور ستارے بکھر جائیں گے۔ ﴿ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴾ یعنی اس کا وقوع لازمی ہے، کوئی چیز اس کے سامنے حائل نہیں ہو سکتی۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ ع

بلاشبہ یہ (قرآن) تو نصیحت ہے، پس جو چاہے پکڑے طرف اپنے رب کی راستہ ○

یہ وعظ جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے احوال اور اس کی ہولناکیوں کی خبر دی ہے، ایک یاد دہانی ہے جس سے اہل تقویٰ نصیحت پکڑتے اور اہل ایمان (برائیوں سے) رک جاتے ہیں ﴿ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴾ "پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کرے۔"، یعنی وہ راستہ جو اسے اس کے رب تک پہنچاتا ہے۔ وہ راستہ اللہ کی شریعت کی اتباع کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھول کھول کر بیان کیا اور پوری طرح واضح کر دیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ان کے افعال پر قدرت اور اختیار عطا کیا ہے، ایسے نہیں جیسے "جبریہ" کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال ان کی مشیت کے بغیر واقع ہوتے ہیں کیونکہ یہ نقل اور عقل دونوں کے خلاف ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ

یقیناً آپ کا رب جانتا ہے کہ بیشک آپ قیام کرتے ہیں (کبھی) قریب دو تہائی رات اور (کبھی) نصف رات اور (کبھی) ایک تہائی رات کے

وَطَآىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ

اور ایک گروہ (بھی) ان لوگوں میں سے جو آپ کے ساتھ ہیں اور اللہ ہی (پورا) اندازہ کرتا ہے رات اور دن کا اس نے جان لیا یہ کہ ہرگز نہیں

تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ

شمار کر سکو گے تم اسکو، پس اس نے توجہ کی تم پر پس تم پڑھو جو آسان ہو قرآن (میں) سے اس نے جان لیا کہ بلاشبہ عنقریب ہوں گے کچھ تم میں سے

مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ

بیمار اور (کچھ) دوسرے کہ چلیں گے وہ زمین میں تلاش کریں گے فضل اللہ کا اور، (کچھ) اور

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا

کہ وہ لڑیں گے اللہ کی راہ میں، تو پڑھو تم جو آسان ہو اس (قرآن) سے اور قائم کرو تم نماز اور دو تم

الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ

زکوۃ اور قرض دو تم اللہ کو قرض حسنہ اور جو کچھ آگے بھیجو گے تم اپنے نفسوں کے لیے کوئی بھلائی تو پاؤ گے اس کو

عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ

اللہ کے ہاں، بہت بہتر اور بہت زیادہ اجر میں اور بخشش مانگو اللہ سے

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾ ع

بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے○

اس سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ اس نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ نصف رات، ایک تہائی رات یا دو تہائی رات قیام کیا کریں اور اصل بات یہ ہے کہ احکام میں آپ اپنی امت کے لیے نمونہ ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مقام پر ذکر فرمایا کہ آپ نے اور آپ کے ساتھ اہل ایمان کی ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کی۔ چونکہ مامور بہ وقت کا تعین کرنا لوگوں کے لیے بہت مشکل تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس نے ان کے لیے اس میں انتہائی آسانی پیدا کر دی ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ دن اور رات کی مقدار کو جانتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کتنا وقت گزر گیا ہے اور کتنا باقی ہے۔ ﴿عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ﴾ یعنی وہ جانتا ہے کہ کسی کمی بیشی کے بغیر تم اس کی مقدار معلوم نہیں کر سکو گے کیونکہ اس کی مقدار کی معرفت کا حصول، واقفیت اور مزید مشقت کا تقاضا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تخفیف کر دی ہے اور تمھیں صرف اسی چیز کا حکم دیا ہے جو تمہارے لیے آسان ہے، خواہ وہ مقدار سے زیادہ ہو یا کم۔

﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ ''لہٰذا پڑھو قرآن میں سے جو آسان ہو'' یعنی اس میں سے جس کی تمھیں معرفت حاصل ہے اور جس کی قراءت تم پر شاق نہیں گزرتی۔ بنابریں قیام اللیل کرنے والا نمازی صرف اس وقت نماز پڑھنے پر مامور ہے جب تک اس میں نشاط ہے، جب وہ اکتاہٹ، کسل مندی یا اونگھ وغیرہ کا شکار ہو جائے تو اسے آرام کرنا چاہیے، اسے طمانینت اور راحت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بعض ایسے اسباب ذکر فرمائے جو تخفیف سے مناسبت رکھتے ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى﴾ ''وہ جانتا ہے تم میں سے بیمار بھی ہوں گے۔'' دو تہائی شب، نصف شب یا ایک تہائی شب کی نماز ان پر شاق گزرے گی، پس مریض اتنی ہی نماز پڑھے جو اس کے لیے آسان ہے، نیز وہ مشقت کی صورت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر بھی مامور نہیں بلکہ اگر نفل نماز پڑھنے میں اس کے لیے مشقت ہے تو وہ اسے چھوڑ دے اور اسے اسی طرح نماز کا اجر ملے گا جس طرح وہ صحت مند ہونے کی حالت میں پڑھتا رہا ہے۔

﴿وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتا ہے کہ تم میں مسافر بھی ہیں جو تجارت کے لیے سفر کرتے ہیں تاکہ وہ مخلوق سے بے نیاز اور ان سے سوال کرنے سے باز رہیں۔ پس مسافر کے احوال سے تخفیف مناسبت رکھتی ہے، اسی لیے اس میں اس کے لیے فرض نماز میں بھی تخفیف کر دی گئی ہے اور اس کے لیے ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنا اور چار رکعتوں والی نماز میں قصر کرنا مباح کر دیا گیا ہے۔

﴿وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ ''اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد

بھی کرتے ہیں، لہٰذا تم با آسانی جتنا قرآن پڑھ سکو پڑھو۔‘‘ پس اللہ تعالیٰ نے دو تخفیفوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اول وہ تخفیف جو صحت مند اور اپنے گھر میں مقیم شخص کے لیے ہے جو وقت کے تعین کا مکلّف ہوئے بغیر اپنی راحت اور نشاط کی رعایت رکھتا ہے بلکہ وہ فضیلت والی نماز کی کوشش کرتا ہے اور یہ رات کے نصف اول کے بعد ایک تہائی رات تک قیام کرنا ہے۔ دوسری تخفیف مسافر کے لیے ہے، خواہ یہ سفر تجارت کے لیے ہو یا عبادت، یعنی جہاد اور حج وغیرہ کے لیے ہو، پس وہ اتنی مقدار کی رعایت رکھ سکتا ہے جو اس کو تکلیف نہ دے۔

پس ہر قسم کی حمد و ثنا اللہ کے لیے ہے جس نے امت کے لیے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی بلکہ اس نے اپنی شریعت کو آسان بنایا اور اس نے اپنے بندوں کے احوال، ان کے دین، ابدان اور دنیا کے مصالح کی رعایت رکھی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دو عبادتوں کا ذکر فرمایا جو امّ العبادات اور ان کا ستون ہیں، یعنی نماز قائم کرنا جس کے بغیر دین درست نہیں رہتا اور زکوٰۃ ادا کرنا جو ایمان کی دلیل ہے اور اس سے حاجت مندوں اور مساکین کے لیے ہمدردی حاصل ہوتی ہے، لہٰذا فرمایا: ﴿ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ﴾ یعنی نماز کو اس کے ارکان، اس کی حدود، اس کی شرائط اور اس کی تکمیل کرنے والے تمام امور کے ساتھ قائم کرو۔ ﴿ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ﴾ ’’اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہو‘‘ یعنی سچی نیت اور ثبات نفس سے، خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے پاک مال میں سے خرچ کرنا۔ اس میں صدقات واجبہ اور صدقات مستحبہ دونوں داخل ہیں، پھر عام بھلائی اور بھلائی کے کاموں کی ترغیب دی۔ فرمایا: ﴿ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا ﴾ ’’اور جو نیک عمل تم اپنے لیے آگے بھیجو گے، اس کو اللہ کے ہاں بہتر اور ثواب میں بہت زیادہ پاؤ گے۔‘‘ نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ بے شمار گنا ملتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس دنیا میں کی ہوئی ذرہ بھر بھلائی کے مقابلے میں ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کے گھر میں دنیا کی لذتوں سے کئی گنا زیادہ لذتیں اور شہوات ہیں، اس دنیا میں کی ہوئی بھلائی اور نیکی، آخرت کے دائمی گھر میں بھلائی اور نیکی کی بنیاد، اس کا بیج، اس کی اصل اور اساس ہے۔

ہائے افسوس! ان اوقات پر جو غفلت میں گزر گئے اور حسرت ہے ان زمانوں پر جو غیر صالح اعمال میں بیت گئے، ہے کوئی مددگار اس دل کا جس پر اس کے پیدا کرنے والے کی کوئی نصیحت اثر نہیں کرتی اور نہ اس ہستی کی ترغیب کوئی فائدہ دیتی ہے جو اس پر اس سے بھی زیادہ رحم کرتی ہے جتنا وہ خود اپنے آپ پر رحم کر سکتا ہے۔ اے اللہ! ہر قسم کی حمد و ثنا تیرے ہی لیے ہے، تیرے ہی پاس شکایت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ (وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ)

﴿ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ بھلائی اور نیکی کے کاموں کی ترغیب دینے کے بعد، استغفار

کا حکم دیا جس میں بہت بڑا فائدہ ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ بندہ ان کاموں میں کوتاہی سے پاک نہیں جن کا اسے حکم دیا گیا ہے یا تو وہ ان کاموں کو سرے سے کرتا ہی نہیں یا انھیں ناقص طریقے سے کرتا ہے، پس اسے استغفار کے ذریعے سے اس کی تلافی کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ بندہ دن رات گناہ کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت اور مغفرت سے ڈھانپ نہ لے تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔

تفسیر سورۃ المدثر

سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّر (۷۴) مَکِّیَّۃٌ (۴) — اٰیَاتُھَا ۵۶ — رُکُوْعَاتُھَا ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

یٰۤاَیُّہَا الۡمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمۡ فَاَنۡذِرۡ ۪ۙ﴿۲﴾ وَ رَبَّکَ فَکَبِّرۡ ۪ۙ﴿۳﴾ وَ ثِیَابَکَ فَطَہِّرۡ ۪ۙ﴿۴﴾

اے لپٹنے والے کپڑے میں!○ اٹھیے! پھر ڈرایئے○ اور اپنے رب ہی کی پس بڑائی بیان کیجیے○ اور اپنے کپڑے پس پاک رکھیے○

وَ الرُّجۡزَ فَاہۡجُرۡ ۪ۙ﴿۵﴾ وَ لَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَکۡثِرُ ۪ۙ﴿۶﴾ وَ لِرَبِّکَ فَاصۡبِرۡ ؕ﴿۷﴾

اور پلیدی کو پس چھوڑ دیجیے○ اور نہ احسان کیجیے زیادہ طلب کرنے کے لیے○ اور اپنے رب کے لیے پس صبر کیجیے○

گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے کہ ﴿اَلْمُزَّمِّلُ﴾ اور ﴿اَلْمُدَّثِّرُ﴾ کا ایک ہی معنی ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادات قاصرہ اور متعدیہ میں پوری کوشش کریں۔وہاں یہ بھی گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبادات فاضلہ و قاصرہ اور اپنی قوم کی اذیت رسانی پر صبر کرنے کا حکم دیا۔یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اپنی نبوت کا اعلان فرما دیں اور کھلم کھلا لوگوں کو تنبیہ کریں، چنانچہ فرمایا: ﴿قُمْ﴾ یعنی کوشش اور نشاط کے ساتھ کھڑے ہوں ﴿فَاَنْذِرْ﴾ یعنی لوگوں کو ایسے اقوال و افعال کے ذریعے سے تنبیہ کیجیے جن سے مقصد حاصل ہو، ان امور کا حال بیان کر کے ڈرایئے جن سے متنبہ کرنا مطلوب ہے تاکہ وہ ان کو ان کے ترک کرنے پر زیادہ آمادہ کرے۔﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ یعنی توحید کے ذریعے سے اس کی عظمت بیان کیجیے، اپنے انذار و تنبیہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقصد بنائیں، نیز اس بات کو مدنظر رکھیں کہ بندے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی عبادت کریں۔

﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ ''اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں۔''اس آیت کریمہ میں یہ احتمال ہے کہ (ثیاب) ''کپڑے'' سے مراد تمام اعمال ہوں اور ان کی تطہیر سے مراد ہے ان کی تخلیص، ان کے ذریعے سے خیر خواہی، ان کو کامل ترین طریقے پر بجالانا اور ان کو تمام مبطلات، مفسدات اور ان میں نقص پیدا کرنے والے امور، یعنی شرک، ریا، نفاق، خود پسندی، تکبر، غفلت وغیرہ سے پاک کرنا ہو، جن کے بارے میں بندۂ مومن کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی عبادات میں ان سے اجتناب کرے۔اس میں کپڑوں کی نجاست سے تطہیر بھی داخل ہے کیونکہ یہ تطہیر، اعمال کی تطہیر کی تکمیل ہے، خاص طور پر نماز کے اندر جس کے بارے میں بہت سے علماء کا قول ہے کہ نجاست کو زائل

کرنا، نماز کا حق اور اس کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، یعنی طہارت اس کی صحت کی شرائط میں سے ہے۔

یہ بھی احتمال ہے کہ (ثِیَاب) سے مراد معروف لباس ہو اور آپ کو ان کپڑوں کی تمام اوقات میں تمام نجاستوں سے تطہیر کا حکم دیا گیا ہے، خاص طور پر نماز میں داخل ہوتے وقت۔

جب آپ ظاہری طہارت پر مامور ہیں کیونکہ ظاہری طہارت، باطنی طہارت کی تکمیل کرتی ہے تو فرمایا: ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ ''اور ناپاکی سے دور رہیں۔'' ایک احتمال یہ ہے کہ (اَلرُّجْزَ) سے مراد بت اور مورتی ہوں جن کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کی جاتی ہے، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کو ترک کر دیں، ان سے براءت کا اعلان کریں، نیز ان تمام اقوال و افعال سے بیزار ہوں جو ان کی طرف منسوب ہیں۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ (اَلرُّجْزَ) سے مراد تمام اعمال شر اور اقوال شر ہوں، تب آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ تمام چھوٹے اور بڑے، ظاہری اور باطنی گناہ چھوڑ دیں۔ اس حکم میں شرک اور اس سے کم تر تمام گناہ داخل ہیں۔

﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾ یعنی آپ نے لوگوں پر جو دینی اور دنیاوی احسانات کیے ہیں، انھیں جتلائیں نہیں کہ اس احسان کے بدلے زیادہ حاصل کریں اور ان احسانات کی وجہ سے اپنے آپ کو لوگوں سے افضل سمجھیں بلکہ جب بھی آپ کے لیے ممکن ہو آپ لوگوں پر احسان کریں، پھر ان پر اپنے اس احسان کو بھول جائیے اور اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر طلب کیجیے۔ جس پر آپ نے احسان کیا ہے اسے اور دوسروں کو برابر سطح پر رکھیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کسی کو کوئی چیز اس لیے عطا نہ کریں کہ آپ کا ارادہ ہو کہ وہ آپ کو اس سے بڑھ کر بدلہ عطا کرے، تب یہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مختص ہے۔

﴿وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ﴾ یعنی اپنے صبر پر اجر کی امید رکھیے اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کے حکم کی اطاعت کی اور اس کی تعمیل کے لیے آگے بڑھے۔ پس آپ نے لوگوں کو انجام بد سے ڈرایا اور آپ نے ان کے سامنے آیات بینات اور تمام مطالب الٰہیہ کو واضح کیا۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کی اور مخلوق کو اس کی تعظیم کی طرف بلایا، آپ نے اپنے تمام ظاہری اور باطنی اعمال کو ہر قسم کی برائی سے پاک کیا، آپ نے ہر اس ہستی سے براءت کا اظہار کیا جو اللہ تعالیٰ سے دور کرتی تھی اور اس کی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کی جاتی تھی، یعنی بتوں، بت پرستوں، شر اور شر پسندوں سے بیزاری کا اعلان کیا۔ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے احسان کے بعد آپ کا احسان ہے بغیر اس کے کہ آپ اس پر ان سے کسی جزا یا شکر گزاری کا مطالبہ کریں۔ آپ نے اپنے رب کی خاطر کامل ترین صبر کیا۔ پس آپ نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر اور اس کی نافرمانی سے اجتناب پر اور اس کی تکلیف دہ قضا و قدر پر صبر کیا، یہاں تک کہ آپ اولوالعزم انبیاء و مرسلین پر بھی فوقیت لے گئے۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ.

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ﴿٨﴾ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ﴿٩﴾ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴿١٠﴾

پس جب پھونکا جائے گا صور میں ○ تو وہ اس دن، دن ہو گا سخت دشوار ○ کافروں پر، نہیں آسان ○

جب مردوں کو قبروں سے کھڑا کرنے اور تمام خلائق کو دوبارہ زندہ کر کے حساب و کتاب کے لیے جمع کرنے کے لیے صور پھونکا جائے گا ﴿فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ﴾ تو ہولناکیوں اور سختیوں کی کثرت کی بنا پر وہ دن بڑا ہی سخت ہو گا۔ ﴿عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ﴾ ''کافروں پر آسان نہ ہو گا'' کیونکہ وہ ہر بھلائی سے مایوس ہو چکے ہونگے اور انھیں اپنی ہلاکت اور تباہی کا یقین ہو جائے گا۔ اس آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ وہ دن اہل ایمان پر آسان ہو گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ﴾ (القمر: ٨/٥٤) ''کفار کہیں گے کہ یہ دن بڑا ہی سخت ہے۔''

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿١١﴾ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿١٢﴾ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ﴿١٣﴾

چھوڑ دیجیے مجھے اور اسے جسے میں نے پیدا کیا اکیلا ہی ○ اور کیا میں نے اس کیلئے مال پھیلا ہوا ○ اور (دیے) بیٹے حاضر رہنے والے ○

وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿١٤﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿١٥﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا

اور فراخی کی میں نے اس کیلئے خوب فراخی کرنا ○ پھر طمع کرتا ہے وہ یہ کہ میں (اور) زیادہ دوں (اسے) ○ ہرگز نہیں! بلاشبہ وہ ہے ہماری آیات سے

عَنِيْدًا ﴿١٦﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿١٧﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾

سخت عناد رکھنے والا ○ عنقریب میں چڑھاؤں گا اسے دشوار گزار گھاٹی پر ○ بلاشبہ اس نے (غور و) فکر کیا اور اندازہ لگایا ○ پس ہلاک کیا جائے وہ کیسا اندازہ لگایا اس نے؟ ○

ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾

پھر ہلاک کیا جائے وہ، کیسا اندازہ لگایا اس نے؟ ○ پھر اس نے دیکھا ○ پھر اس نے تیوری چڑھائی اور منہ بسورا ○ پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا ○

فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ سَاُصْلِيْهِ

پھر اس نے کہا: نہیں ہے یہ (قرآن) مگر جادو جو نقل کیا جاتا ہے ○ نہیں ہے یہ مگر قول ایک بشر ہی کا ○ عنقریب میں داخل کرونگا اسے

سَقَرَ ﴿٢٦﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا

جہنم میں ○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کیا ہے جہنم ○ نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی ○ جھلسا دینے والی ہے چمڑے کو ○ اس پر (مقرر) ہیں

تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۪ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا

انیس (فرشتے) ○ اور نہیں بنائے ہم نے نگران آگ کے مگر فرشتے ہی، اور نہیں بنائی ہم نے (یہ) تعداد ان کی مگر

فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

آزمائش کیلئے ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا، تاکہ یقین کر لیں وہ لوگ کہ دیے گئے ہیں وہ کتاب اور زیادہ ہوں وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں،

اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ

ایمان میں اور (تاکہ) نہ شک کریں وہ لوگ کہ دیے گئے ہیں وہ کتاب اور مومن، اور تاکہ کہیں وہ لوگ

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْكٰفِرُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ

جن کے دلوں میں بیماری ہے اور کافر: کس چیز کا ارادہ کیا ہے اللہ نے ساتھ اس (عدد) کے از روئے مثال کے؟ اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ

مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ مَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ

جسے چاہتا ہے اور وہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور (کوئی) نہیں جانتا لشکر آپ کے رب کے مگر وہ (خود ہی)

وَ مَا هِیَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۳۱

اور نہیں ہے وہ (جہنم) مگر نصیحت (جنس) بشر کے لیے ○

یہ آیات کریمہ معاند حق اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف کھلی جنگ کرنے والے، ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ایسی مذمت کی ہے کہ ایسی مذمت کسی کی نہیں کی۔ یہ ہر اس شخص کی جزا ہے جو حق کے ساتھ عناد اور دشمنی رکھتا ہے، اس کے لیے دنیا کے اندر رسوائی ہے اور آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کن ہے۔ فرمایا: ﴿ ذَرْنِیْ وَ مَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ﴾ ”مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا“ یعنی میں نے اسے اکیلا، کسی مال اور اہل وعیال وغیرہ کے بغیر پیدا کیا۔ پس میں اس کی پرورش کرتا رہا اور اسے عطا کرتا رہا۔ ﴿ وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴾ اور میں نے اسے بہت زیادہ مال دیا ﴿ وَّ ﴾ ”اور“ عطا کیے اسے ﴿ بَنِیْنَ ﴾ ”بیٹے“ ﴿ شُهُوْدًا ﴾ جو ہمیشہ اس کے پاس موجود رہتے ہیں، وہ ان سے متمتع ہوتا ہے، ان کے ذریعے سے اپنی ضرورتیں پوری کرتا ہے اور (دشمنوں کے خلاف) ان سے مدد لیتا ہے ﴿ وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًا ﴾ اور میں نے دنیا اور اس کے اسباب پر اسے اختیار دیا، یہاں تک کہ اس کے تمام مطالب آسان ہو گئے اور اس نے ہر وہ چیز حاصل کر لی جو وہ چاہتا تھا اور جس کی اسے خواہش تھی ﴿ ثُمَّ ﴾ پھر ان نعمتوں اور بھلائیوں کے باوجود ﴿ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ﴾ ”خواہش رکھتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں“ یعنی وہ چاہتا ہے کہ اسے آخرت کی نعمتیں بھی اسی طرح حاصل ہوں جس طرح اسے دنیا کی نعمتیں حاصل ہوئی ہیں۔

﴿ كَلَّا ﴾ یعنی معاملہ ایسا نہیں جیسا کہ وہ چاہتا ہے بلکہ وہ اس کے مطلوب ومقصود کے برعکس ہوگا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ﴾ وہ ہماری آیتوں سے عناد رکھتا ہے، اس نے ان آیات کو پہچان کر ان کا انکار کر دیا، ان آیات نے اسے حق کی طرف دعوت دی مگر اس نے ان کی اطاعت نہ کی۔ اس نے صرف ان سے روگردانی کرنے اور منہ موڑنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے خلاف جنگ کی اور ان کے ابطال کے لیے بھاگ دوڑ کی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ فَكَّرَ ﴾ یعنی اس نے اپنے دل میں غور کیا ﴿ وَ قَدَّرَ ﴾ جس کے بارے میں غور کیا اس کو تجویز کیا تاکہ وہ ایسی بات کہے جس کے ذریعے سے وہ قرآن کا ابطال کر سکے۔ ﴿ فَقُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ○ ثُمَّ قُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ﴾ ”پس وہ مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی، پھر وہ

مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی'' کیونکہ اس نے ایسی تجویز سوچی جو اس کی حدود میں نہیں، اس نے ایسے معاملے میں ہاتھ ڈالا جو اس کی اور اس جیسے دوسرے لوگوں کی پہنچ میں نہیں۔ ﴿ ثُمَّ نَظَرَ ﴾ پھر اس نے جو کچھ کہا اس میں غور کیا ﴿ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴾ پھر اس نے تیوری چڑھائی اور اپنے منہ کو بگاڑا اور حق سے نفرت اور بغض ظاہر کیا ﴿ ثُمَّ اَدْبَرَ ﴾ پھر پیٹھ پھیر کر چل دیا ﴿ وَاسْتَكْبَرَ ﴾ اپنی فکری، عملی اور قولی کوشش کے نتیجے میں تکبر کیا اور کہا: ﴿ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴾ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ انسان کا کلام ہے، نیز یہ کسی نیک انسان کا کلام نہیں بلکہ انسانوں میں سے اشرار، فجار، جھوٹے جادوگروں کا کلام ہے۔

ہلاکت ہو اس کے لیے، راہ صواب سے کتنا دور، خسارے اور نقصان کا کتنا مستحق ہے! یہ بات ذہنوں میں کیسے گھومتی ہے یا کسی انسان کا ضمیر یہ کیسے تصور کر سکتا ہے کہ سب سے اعلیٰ اور عظیم ترین کلام رب کریم، صاحب مجد وعظمت کا کلام، ناقص اور محتاج مخلوق کے کلام سے مشابہت رکھتا ہے؟ یا یہ عناد پسند جھوٹا شخص، اللہ تعالیٰ کے کلام کو اس وصف سے موصوف کرنے کی کیوں کر جرأت کرتا ہے؟

پس یہ سخت عذاب کے سوا کسی چیز کا مستحق نہیں، بنابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴾ ''ہم عنقریب اس کو ''سقر'' میں داخل کریں گے اور تمھیں کیا معلوم کہ ''سقر'' کیا ہے؟ (وہ آگ ہے) کہ باقی رکھے گی نہ چھوڑے گی''، یعنی جہنم کوئی ایسی سختی نہیں چھوڑے گی جو عذاب دیے جانے والے کو نہ پہنچے۔ ﴿ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴾ ''چمڑی جھلسا دینے والی ہے'' یعنی جہنم ان کو اپنے عذاب میں جھلس ڈالے گی اور اپنی شدید گرمی اور شدید سردی سے انھیں بے چین کر دے گی۔ ﴿ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴾ یعنی جہنم پر انیس فرشتے داروغوں کے طور پر متعین ہیں جو نہایت سخت اور درشت خو ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جو حکم دیتا ہے وہ نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ ﴿ وَمَا جَعَلْنَاۤ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ﴾ ''اور ہم نے جہنم کے داروغے فرشتے بنائے ہیں۔'' یہ ان کی سختی اور قوت کی بنا پر ہے۔ ﴿ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''اور ہم نے ان کی گنتی کافروں کی آزمائش کے لیے کی ہے۔'' اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ یہ صرف آخرت میں ان کو عذاب، عقوبت اور جہنم میں ان کو زیادہ سزا دینے کے لیے ہے۔ عذاب کو فتنہ سے موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴾ (الذّٰریٰت: ۱۳/۵۱) ''اس دن جب ان کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔'' دوسرا احتمال یہ ہے کہ ہم نے تمھیں ان کی تعداد کے بارے میں صرف اس لیے بتایا ہے تاکہ ہم جان لیں کہ کون تصدیق کرتا اور کون تکذیب کرتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ ﴿ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِيْمَانًا ﴾ ''تاکہ اہل کتاب یقین کر لیں اور مومنوں کا ایمان اور زیادہ ہو۔'' کیونکہ اہل کتاب کے پاس جو کچھ ہے، جب قرآن اس کی مطابقت کرے گا تو حق کے بارے میں

ان کے یقین میں اضافہ ہوگا اور جب بھی اللہ تعالیٰ کوئی آیت نازل کرتا ہے تو اہل ایمان اس پر ایمان لاتے اور اس کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ ﴿ وَلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ ’’نیز اہل کتاب اور مومن شک نہ کریں‘‘ یعنی تاکہ ان سے شک وریب زائل ہو جائے۔

ان جلیل القدر مقاصد کو خردمند لوگ ہی درخور اعتنا سمجھتے ہیں، یعنی یقین میں کوشش، ایمان میں ہر وقت اضافہ، دین کے مسائل میں سے ہر مسئلہ پر ایمان میں اضافہ اور شکوک واوہام کو دور کرنا جو حق کے بارے میں پیش آتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے رسول پر نازل کیا ہے، اسے ان مقاصد جلیلہ کو حاصل کرنے کا ذریعہ، سچے اور جھوٹے لوگوں کے درمیان امتیاز کی میزان قرار دیا ہے، بنابریں فرمایا: ﴿ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ﴾ ’’تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے، کہیں:‘‘ یعنی شک وشبہ اور نفاق کا مرض ہے ﴿ وَّ الْكٰفِرُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ﴾ ’’اور کافر (کہیں) کہ اس مثال سے اللہ کا مقصود کیا ہے؟‘‘ وہ یہ بات حیرت، شک اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کی وجہ سے کہتے ہیں اور یہ اس شخص کے لیے اللہ کی ہدایت ہے جسے وہ ہدایت سے بہرہ مند کرتا ہے اور اس شخص کے لیے گمراہی ہے جسے وہ گمراہ کرتا ہے، اس لیے فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ’’اسی طرح اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔‘‘ پس اللہ جس کو ہدایت عطا کر دے تو جو کچھ اس نے اپنے رسول پر نازل کیا، اسے اس کے حق میں رحمت اور اس کے دین وایمان میں اضافے کا باعث بنا دیتا ہے اور جسے گمراہ کر دے تو جو کچھ اس نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے اسے اس کے حق میں ظلمت اور اس کے لیے بدبختی اور حیرت کا سبب بنا دیتا ہے۔ واجب ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے اسے اطاعت وتسلیم کے ساتھ قبول کیا جائے۔

فرشتوں وغیرہ میں سے کوئی بھی تمھارے رب کے لشکروں کو نہیں جانتا ﴿ اِلَّا هُوَ ﴾ ’’سوائے اس (اللہ) کے‘‘ پس جب تم اللہ تعالیٰ کے لشکروں کے بارے میں علم نہیں رکھتے تھے اور علیم وخبیر ہی نے تمھیں ان کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے تو تم پر واجب ہے کہ تم اس کی خبر کی کسی شک وریب کے بغیر تصدیق کرو۔ ﴿ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴾ یعنی اس نصیحت اور تذکیر کا مقصد محض عبث اور لہو ولعب نہیں، اس کا مقصد تو یہ ہے کہ انسان اس سے نصیحت پکڑیں جو چیز ان کو فائدہ دے اس پر عمل کریں اور جو چیز ان کو نقصان دے اسے ترک کر دیں۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾ وَالصُّبْحِ اِذَاۤ اَسْفَرَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهَا لَاِحْدَى

ہرگز نہیں! قسم ہے چاند کی ○ اور رات کی جب وہ پیٹھ پھیرے ○ اور صبح کی جب وہ روشن ہو جائے ○ بلاشبہ جہنم البتہ ایک ہے

الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿۳۷﴾ كُلُّ نَفْسٍۭ

بڑی (ہولناک) چیزوں میں سے ○ ڈرانے والی بشر کیلئے ○ اس کیلئے جو چاہے تم میں سے آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا ○ ہر نفس،

بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿٣٨﴾ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿٣٩﴾ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٤٠﴾

اس کے بدلے جو اس نے کمایا' گروی ہے ○ مگر دائیں ہاتھ والے ○ باغات (بہشت) میں باہم سوال کریں گے ○

عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿٤٣﴾

مجرموں کی بابت ○ کس چیز نے داخل کیا تمھیں جہنم میں؟ ○ تو وہ کہیں گے' نہیں تھے ہم نمازیوں میں سے ○

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ

اور نہیں تھے ہم کھانا کھلاتے مسکینوں کو ○ اور تھے ہم مشغول ہوتے (باطل میں) مشغول ہونیوالوں کیساتھ ○ اور تھے ہم تکذیب کرتے

بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٤٦﴾ حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿٤٨﴾ فَمَا لَهُمْ

روزِ جزا کی ○ حتیٰ کہ آ گئی ہمیں موت ○ پس نہیں نفع دے گی انہیں سفارش' سفارش کرنے والوں کی ○ پس کیا ہے انہیں

عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿٤٩﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ

کہ نصیحت سے وہ منہ موڑنے والے ہیں؟ ○ گویا کہ وہ گدھے ہیں بدکنے والے ○ کہ وہ بھاگے ہیں شیر سے ○ بلکہ

يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا ط بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ

چاہتا ہے ہر فرد ان میں سے یہ کہ دیا جائے وہ صحیفے کھلے ہوئے ○ ہرگز نہیں! بلکہ نہیں ڈرتے وہ

الْاٰخِرَةَ ﴿٥٣﴾ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ

آخرت سے ○ ہرگز نہیں! یقیناً یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے ○ سو جو چاہے وہ نصیحت حاصل کرے اس سے ○ اور نہیں وہ نصیحت حاصل کر سکتے (اس سے)

اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ط هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾

مگر یہ کہ چاہے اللہ، وہی لائق ہے تقویٰ کے اور لائق ہے مغفرت کے ○

﴿كَلَّا﴾ یہاں بمعنی (حَقًّا) یا بمعنی (أَلَا) استفتاحیہ کے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند اور رات کی قسم کھائی جس وقت وہ پیچھے ہٹے اور دن کی قسم کھائی جس وقت وہ خوب روشن ہو کیونکہ یہ مذکورہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں پر مشتمل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت وحکمت، لامحدود قوت، بے پایاں رحمت اور اس کے احاطۂ علم پر دلالت کرتی ہیں۔ جس پر قسم کھائی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ﴾ ''کہ وہ (آگ) ایک بہت بڑی (آفت) ہے'' یعنی بے شک جہنم کی آگ ایک بہت بڑی مصیبت اور غم میں مبتلا کر دینے والا معاملہ ہے۔ پس جب ہم نے تمھیں اس کے بارے میں خبردار کر دیا اور تم اس کے بارے میں پوری بصیرت رکھتے ہو، تب تم میں سے جو چاہے آگے بڑھے اور ایسے عمل کرے جو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا کے قریب کرتے ہیں اور اس کے اکرام وتکریم کے گھر تک پہنچاتے ہیں یا وہ اس مقصد سے پیچھے ہٹ جائے جس کے لیے اس کو تخلیق کیا گیا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور اس سے راضی ہے اور نافرمانی کے کام کرے جو جہنم کے قریب کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾

(الکھف: ۱۸/ ۲۹) ’’اور کہہ دیجیے کہ یہ برحق قرآن تمھارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کرے۔‘‘

﴿ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ﴾ ’’ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے‘‘ یعنی افعال شر اور اعمال بد کے بدلے ﴿ رَهِيْنَةٌ ﴾ ’’گروی ہے۔‘‘ یعنی اپنے اعمال کا گروی اور اپنی کوشش میں بندھا ہوا، اس کی گردن جکڑی ہوئی اور اس کے گلے میں طوق ڈالا ہوا ہے اور اس سبب سے اس نے عذاب کو واجب بنا لیا۔

﴿ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴾ ’’سوائے دائیں ہاتھ والوں کے‘‘ کیونکہ وہ (اپنے اعمال کے بدلے) گروی نہیں ہیں بلکہ وہ آزاد، فرحاں اور شاداں ہیں ﴿ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ یعنی جنت کے اندر ان کو تمام چیزیں حاصل ہوں گی جن کی وہ طلب کریں گے، ان کے لیے کامل راحت و اطمینان ہوگا، وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے، وہ آپس کی بات چیت میں مجرموں کے بارے میں پوچھیں گے کہ وہ کس حال کو پہنچے ہیں، کیا انھوں نے وہ کچھ پالیا جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا تھا؟

پھر وہ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ کیا تم انھیں جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟ وہ ان کو جھانک کر دیکھیں گے تو انھیں جہنم کے درمیان اس حال میں پائیں گے کہ انھیں عذاب دیا جا رہا ہوگا تو وہ ان سے کہیں گے: ﴿ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴾ یعنی کس چیز نے تمھیں جہنم میں ڈالا ہے اور کس گناہ کے سبب سے تم جہنم کے مستحق قرار پائے ہو؟ ﴿ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴾ ’’کہیں گے: ہم نماز پڑھتے تھے نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے‘‘ یعنی ہم معبود کے لیے اخلاص اور احسان رکھتے تھے نہ ضرورت مند مخلوق کو فائدہ پہنچاتے تھے ﴿ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴾ ’’اور ہم (باطل میں) مشغول ہونے والوں کے ساتھ مشغول ہوتے تھے‘‘ یعنی ہم باطل میں پڑے ہوئے تھے اور باطل کے ذریعے سے حق کے خلاف جھگڑتے تھے۔ ﴿ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ ’’اور ہم یوم جزا کو جھٹلاتے تھے۔‘‘ یہ باطل میں مشغول ہونے کا اثر ہے اور وہ ہے تکذیب حق۔ سب سے بڑے حق میں سے قیامت کا دن ہے جو اعمال کی جزا و سزا، اللہ تعالیٰ کے اقتدار اور تمام مخلوق کے لیے اس کے عدل پر مبنی فیصلے کا محل ہے۔ ہمارا عمل اسی باطل نہج پر جاری رہا ﴿ حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴾ یہاں تک کہ ہمیں موت نے آلیا۔ پس جب وہ کفر کی حالت میں مر گئے تو ان کے لیے حیلے دشوار ہو گئے اور ان کے سامنے امید کا دروازہ بند ہو گیا۔

﴿ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴾ ’’پس سفارش کرنے والوں کی سفارش انھیں کچھ فائدہ نہیں دے گی‘‘ کیونکہ وہ صرف اسی کی سفارش کریں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور یہ ایسے لوگ ہیں جن کے اعمال سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے مخالفین کا انجام واضح کر دیا اور یہ بھی بیان کر دیا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا تو موجودہ کفار پر عتاب اور ملامت کی طرف توجہ دی، چنانچہ فرمایا: ﴿ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴾ ’’پس انھیں کیا ہوا ہے کہ وہ نصیحت سے روگرداں ہیں‘‘ یعنی نصیحت سے غافل اور اس سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

﴿كَاَنَّهُمْ﴾ ''گویا کہ وہ'' اس نصیحت سے اپنی سخت نفرت میں ﴿حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ﴾ بدکے ہوئے جنگلی گدھے ہیں جو ایک دوسرے سے بدک گئے ہیں اور اس بنا پر ان کی دوڑ میں تیزی آ گئی ہے۔ ﴿فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ﴾ جو کسی شکاری یا کسی تیرانداز سے، جو ان کو نشانے میں لینے کا ارادہ رکھتا ہو یا کسی شیر وغیرہ سے، ڈر کر بھاگے ہیں۔

اور یہ حق سے سب سے بڑی نفرت ہے، اس نفرت اور اعراض کے باوجود وہ بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ پس ﴿يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً﴾ ''ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس کھلی کتاب آئے'' یعنی اس پر آسمان سے نازل ہو، وہ سمجھتا ہے کہ وہ اس صورت میں حق کو تسلیم کرلے گا، حالانکہ انھوں نے جھوٹ بولا ہے، ان کے پاس اگر ہر قسم کی نشانی بھی آ جائے، تب بھی وہ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں کیونکہ ان کے پاس واضح دلائل آئے جنھوں نے حق کو بیان کر کے واضح کر دیا اگر ان میں کوئی بھلائی ہوتی تو وہ ضرور ایمان لے آتے۔

اس لیے فرمایا: ﴿كَلَّا﴾ ''ہرگز نہیں'' ہم انھیں وہ چیز عطا نہیں کریں گے جس کا انھوں نے مطالبہ کیا ہے، اس مطالبے سے ان کا مقصد عاجز کرنے کے سوا اور کوئی نہیں۔ ﴿بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾ ''حقیقت یہ ہے کہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے۔'' پس اگر انھیں آخرت کا خوف ہوتا تو ان سے یہ سب کچھ صادر نہ ہوتا جو صادر ہوا ہے۔ ﴿كَلَّاۤ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ یہ نصیحت ہے۔'' ضمیر یا تو اس سورۂ مبارکہ کی طرف لوٹتی ہے یا اس نصیحت کی طرف لوٹتی ہے جس پر یہ سورۂ مبارکہ مشتمل ہے۔ ﴿فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ﴾ ''پس جو چاہے اسے یاد رکھے'' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے سامنے سیدھے راستے کو کھول کر بیان کر دیا اور اس کے سامنے دلیل واضح کر دی ﴿وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ ''اور یاد بھی تب رکھیں گے جب اللہ چاہے گا'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سب پر نافذ ہے، کوئی قلیل یا کثیر حادث اس کی مشیت سے باہر نہیں۔ اس آیت میں قدریہ کا رد ہے جو بندوں کے افعال کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت داخل نہیں کرتے، نیز اس میں جبریہ کا بھی رد ہے جن کا زعم ہے کہ بندے کی کوئی مشیت ہے نہ حقیقت میں اس کا کوئی فعل ہے وہ تو اپنے افعال پر مجبور محض ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے مشیت اور فعل کا اثبات کیا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے۔

﴿هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾ یعنی وہ اس کا اہل ہے کہ اس سے تقویٰ اختیار کیا جائے اور اس کی عبادت کی جائے کیونکہ وہی معبود ہے، عبادت صرف اسی کے لائق ہے۔ وہ اس کا بھی اہل ہے کہ جو کوئی اس سے ڈرے اور اس کی رضا کی اتباع کرے، وہ اس کو بخش دے۔

تفسیر سورۃ القیٰمۃ

سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ (٧٥) مَكِّيَّةٌ (٣١) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰیاتھا ٤٠ رکوعاتھا ٢

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ① وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ② اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ

میں قسم کھاتا ہوں یوم قیامت کی ○ اور میں قسم کھاتا ہوں نفس ملامت گر کی ○ کیا سمجھتا ہے انسان

اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ③ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ④ بَلْ يُرِيْدُ

یہ کہ ہرگز نہیں جمع کریں گے ہم اس کی ہڈیاں؟○ کیوں نہیں! بلکہ (ہم تو) قادر ہیں اس پر کہ درست کر دیں ہم اس کی پور پور کو○ بلکہ چاہتا ہے

الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ⑤ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ⑥

انسان کہ فسق و فجور کرتا رہے آئندہ بھی○ وہ پوچھتا ہے کب ہوگا دن قیامت کا؟○

﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔'' (لَآ) یہاں نافیہ ہے نہ زائدہ، اسے صرف استفتاح اور ما بعد کلام کے اہتمام کے لیے لایا گیا ہے، قسم کے ساتھ کثرت سے اس کو لانے کی بنا پر استفتاح کے لیے اس کا استعمال نادر نہیں ہے، اگرچہ اس کو استفتاحِ کلام کے لیے وضع نہیں کیا گیا۔

اس مقام پر جس چیز کی قسم کھائی گئی ہے، وہی ہے جس پر قسم کھائی گئی ہے اور وہ ہے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا۔ لوگوں کو ان کی قبروں سے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا، پھر (اللہ تعالیٰ کے حضور) ان کو کھڑا کیا جائے گا اور وہ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کریں گے۔

﴿وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ﴾ ''اور نفس لوامہ کی قسم!'' اس سے مراد تمام نیک اور بد نفوس ہیں۔ نفس کو اس کے کثرت تردد، اسے ملامت کرنے اور اپنے احوال میں سے کسی حال پر بھی اس کے عدم ثبات کی بنا پر (لَوَّامَة) سے موسوم کیا گیا ہے، نیز اس بنا پر اس کو (لَوَّامَة) کہا گیا ہے کہ یہ موت کے وقت انسان کو اس کے افعال پر ملامت کرے گا مگر مومن کا نفس اسے دنیا ہی میں اس کوتاہی، تقصیر اور غفلت پر ملامت کرتا ہے جو حقوق میں سے کسی حق کے بارے میں اس سے ہوتی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے جزا کی قسم، جزا پر قسم اور مستحق جزا کو جمع کر دیا، پھر اس کے ساتھ ساتھ آگاہ فرمایا کہ بعض معاندین قیامت کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ﴾ ''کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے؟'' یعنی مرنے کے بعد جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ﴾ (یٰسٓ: ۳۶/ ۷۸) ''کہنے لگا: جب ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندگی عطا کرے گا؟'' پس اپنی جہالت اور عدوان کی بنا پر اس نے اللہ تعالیٰ کے ہڈیوں کی تخلیق پر، جو کہ بدن کا سہارا ہیں، قادر ہونے کو بہت بعید سمجھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے اس کا رد کیا: ﴿بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ﴾ ''کیوں نہیں! ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست

کریں۔'' مراد ہے اس کی انگلیوں کی اطراف اور اس کی ہڈیاں اور یہ بدن کے تمام اجزا کی تخلیق کو مستلزم ہے، کیونکہ جب انگلیوں کے اطراف اور پورو جود میں آ گئے تو مکمل جسد کی تخلیق ہو گئی۔ اس کا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرنا کسی دلیل پر منحصر نہیں جو اس پر دلالت کرتی ہو، یہ بات تو اس سے صرف اس بنا پر صادر ہوئی ہے کہ اس کا ارادہ اور قصد قیامت کے دن کو جھٹلانا ہے جو اس کے سامنے ہے۔ یہاں (فُجُوْرٌ) کا معنی جان بوجھ کر جھوٹ بولنا ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت کے احوال کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا:

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ﴿۷﴾ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۙ﴿۸﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ۙ﴿۹﴾ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ
پس جب پتھرا جائیں گی آنکھیں ○ اور بے نور ہو جائے گا چاند ○ اور جمع کر دیے جائیں گے سورج اور چاند ○ کہے گا انسان
یَوْمَىِٕذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ۚ﴿۱۰﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ؕ﴿۱۱﴾ اِلٰى رَبِّكَ یَوْمَىِٕذِ ِالْمُسْتَقَرُّ ؕ﴿۱۲﴾ یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ
اس دن، کہاں ہے بھاگنا؟ ○ ہر گز نہیں! نہیں (وہاں) کوئی پناہ گاہ ○ آپکے رب ہی کیطرف ہو گا اس دن ٹھکانا ○ خبر دیا جائیگا انسان
یَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ؕ﴿۱۳﴾ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۙ﴿۱۴﴾
اس دن ساتھ اسکے جو اس نے آگے بھیجا اور (جو) پیچھے چھوڑا ○ بلکہ انسان اپنے نفس پر خوب شاہد ہے ○
وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِیْرَهٗ ؕ﴿۱۵﴾
اگرچہ وہ پیش کرے اپنی معذرتیں ○

یعنی جب قیامت برپا ہو گی تو عظیم دہشت کی بنا پر نگاہیں اوپر اٹھی ہوئی ہوں گی اور جھپکیں گی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ ○ مُهْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴾ (إبراهيم: ١٤/ ٤٢۔ ٤٣) ''ان کو تو صرف اس دن تک مہلت دیتا ہے جس دن (دہشت کے مارے) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور لوگ منہ اٹھائے دوڑ رہے ہوں گے، ان کی نگاہیں ان کی طرف نہ لوٹ سکیں گی اور (خوف کی وجہ سے) ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے۔''

﴿ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ﴾ چاند کی روشنی اور اس کی طاقت زائل ہو جائے گی ﴿ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ﴾ ''اور سورج اور چاند جمع کر دیے جائیں گے۔'' جب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے، وہ کبھی اکٹھے نہیں ہوئے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو جمع کرے گا، چاند گہنا جائے گا اور سورج کو بے نور کر دیا جائے گا اور ان دونوں کو آگ میں پھینک دیا جائے گا تا کہ بندے دیکھ لیں کہ چاند اور سورج بھی اللہ تعالیٰ کے مسخر ہیں تا کہ جو لوگ ان کی عبادت کرتے تھے وہ دیکھ لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔

﴿ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَىِٕذٍ ﴾ ''اس دن انسان کہے گا:'' یعنی جب وہ بے قرار کر دینے والے زلزلے دیکھے گا تو پکار اٹھے گا: ﴿ اَیْنَ الْمَفَرُّ ﴾ ''آج بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟'' جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے، اس سے گلو

خلاصی اور نجات کہاں ہے؟ ﴿ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴾ ”ہرگز نہیں (وہاں) کوئی پناہ گاہ نہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ٹھکانے کے سوا کسی کے لیے کوئی ٹھکانا نہ ہوگا۔ ﴿ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ الْمُسْتَقَرُّ ﴾ اس روز تمام بندوں کا تیرے رب کے پاس ٹھکانا ہو گا، کسی کے لیے ممکن نہ ہوگا کہ وہ چھپ سکے یا اس جگہ سے بھاگ سکے۔ اسے وہاں ضرور ٹھہرایا جائے گا تاکہ اسے اس کے عمل کی جزا و سزا دی جائے، اس لیے فرمایا: ﴿ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴾ ”اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا۔“ انسان کو اس کے اول وقت اور آخر وقت کے تمام اچھے برے اعمال کے بارے میں اس کو آگاہ کیا جائے گا اور اس کو ایسی خبر سے آگاہ کیا جائے گا جس کا وہ انکار نہیں کر سکے گا۔

﴿ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴾ ”بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہے۔“ یعنی گواہ اور محاسب ہے ﴿ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ﴾ ”خواہ وہ معذرت پیش کرے۔“ کیونکہ یہ ایسی معذرتیں ہوں گی جو قبول نہ ہوں گی بلکہ وہ اپنے عمل کا اقرار کرے گا اور اس سے اقرار کرایا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴾ (بنی إسراء یل: ١٤/١٧) ”اپنا اعمال نامہ پڑھ، آج تو خود ہی اپنا محاسب کافی ہے۔“ بندہ خواہ اپنے عمل کا انکار یا اپنے عمل پر معذرت پیش کرے، اس کا انکار اور اعتذار اسے کوئی فائدہ نہ دیں گے، کیونکہ اس کے کان، اس کی آنکھیں اور اس کے تمام جوارح جن کے ذریعے سے وہ عمل کرتا ہے اس کے خلاف گواہی دیں گے، نیز رضامندی طلب کرنے کا وقت چلا گیا اور اس کا فائدہ ختم ہو گیا۔ ﴿ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴾ (الروم: ٥٧/٣٠) ”اس روز ظالموں کو، ان کی معذرت کوئی فائدہ دے گی نہ ان سے توبہ ہی طلب کی جائے گی۔“

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿١٦﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿١٧﴾

نہ حرکت دیں آپ اس (قرآن) کیساتھ اپنی زبان کو تاکہ جلدی (یاد کر) لیں آپ اسے ○ یقیناً ہمارے ذمے ہے اسکا جمع کرنا اور اسکا پڑھنا ○

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿١٨﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿١٩﴾

سو جب ہم اسے پڑھ لیں تو آپ پیروی کیجیے اسکے پڑھنے کی ○ پھر ہمارے ذمے ہے اسکا واضح کرنا ○

جب حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر آتے اور تلاوت شروع کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حصول قرآن کی شدید) حرص کی بنا پر، حضرت جبریل علیہ السلام کے فارغ ہونے سے پہلے ہی، جلدی سے حضرت جبریل علیہ السلام کی تلاوت کے ساتھ ساتھ تلاوت کرنا شروع کر دیتے، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے روک دیا اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ﴾ (طٰہٰ: ١١٤/٢٠) ”اور قرآن جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے، قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کریں۔“ یہاں فرمایا: ﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴾ ”وحی کے پڑھنے کے لیے اپنی زبان جلدی نہ چلایا کریں کہ اسے جلد یاد کر لو۔“ پھر اللہ تبارک و

تعالیٰ نے آپ کو ضمانت دی کہ آپ ضرور اس کو حفظ کر لیں گے اور اس کو پڑھ سکیں گے، اللہ تعالیٰ اس کو آپ کے سینے میں جمع کر دے گا، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ﴾ ''اس کا جمع کرنا اور (آپ کی زبان سے) پڑھوا دینا ہمارے ذمے ہے۔'' یعنی آپ کے دل میں حصول قرآن کی جو خواہش ہے، اس کا داعی، قرآن کے رہ جانے اور اس کے نسیان کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے حفظ کی ضمانت عطا کر دی، اس لیے اب ساتھ ساتھ پڑھنے کا کوئی موجب نہیں۔ ﴿ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴾ یعنی جبریل علیہ السلام قرآن کی قراءت مکمل کر لیں، جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے، تب اس وقت جبریل علیہ السلام نے جو کچھ پڑھا ہوتا ہے اس کی اتباع کیجیے اور قرآن کو پڑھیے۔ ﴿ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴾ یعنی اس کے معانی کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے قرآن کے الفاظ اور معانی، دونوں کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اور یہ حفاظت کا بلند ترین درجہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کے ادب کے لیے اس پر عمل کیا، لہٰذا اس کے بعد جب جبریل علیہ السلام آپ کے سامنے قرآن کی تلاوت کرتے تو آپ خاموش رہتے اور جب جبریل علیہ السلام قراءت سے فارغ ہو جاتے تو پھر آپ پڑھتے۔

اس آیت کریمہ میں علم حاصل کرنے کے لیے ادب سکھایا گیا ہے کہ معلّم نے جس مسئلہ کو شروع کیا ہو، اس سے معلم کے فارغ ہونے سے پہلے طالب علم کو جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ جب وہ اس مسئلہ سے فارغ ہو جائے تو پھر طالب علم کو جو اشکال ہو اس کے بارے میں معلم سے سوال کرے۔ اسی طرح جب کلام کی ابتدا میں کوئی ایسی چیز ہو جس کو رد کرنا واجب ہو یا کوئی ایسی چیز جو مستحسن ہو تو اس کلام سے فارغ ہونے سے قبل اس کو رد یا قبول کرنے میں جلدی نہ کرے تاکہ اس میں جو حق یا باطل ہے وہ اچھی طرح واضح ہو جائے اور اسے اچھی طرح سمجھ لے تاکہ اس میں صواب کے پہلو سے کلام کر سکے۔

ان آیات کریمہ سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امت کے سامنے جس طرح قرآن کے الفاظ کو بیان فرمایا ہے، اسی طرح آپ نے اس کے معانی کو بھی ان کے سامنے بیان فرمایا ہے۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۟ۙ وَ تَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۟ؕ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۟ۙ ﴿۲۲﴾

ہرگز نہیں! بلکہ تم پسند کرتے ہو دنیا کو ○ اور چھوڑے ہوئے ہو آخرت کو ○ کئی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے ○

اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۟ۚ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ۟ۙ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۟ؕ ﴿۲۵﴾

اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے ○ اور کئی چہرے اس دن بے رونق ہوں گے ○ وہ یقین کریں گے کہ کیا جائے گا ان سے (معاملہ) کمر توڑ دینے والا ○

وہ چیز جو تمھاری غفلت اور اللہ تعالیٰ کے وعظ و تذکیر سے روگردانی کی موجب ہے، یہ ہے کہ تم ﴿ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴾ ''دنیا کو پسند کرتے ہو'' اور تم اس کو حاصل کرنے اور اس کی لذات و شہوات میں کوشاں رہتے ہو، تم آخرت پر اس کو ترجیح دیتے اور آخرت کے لیے عمل کرنا چھوڑ دیتے ہو کیونکہ دنیا کی نعمتیں اور لذتیں جلد مل جاتی

ہیں اور انسان جلد مل جانے والی چیز کا گرویدہ ہوتا ہے۔ آخرت کے اندر ہمیشہ رہنے والی جو نعمتیں ہیں، ان میں تاخیر ہے، اس لیے تم ان سے غافل ہو اور ان کو چھوڑ بیٹھے ہو، گویا کہ تم ان نعمتوں کے لیے پیدا ہی نہیں کیے گئے، یہ دنیا کا گھر ہی تمھارا دائمی ٹھکانا ہے، جس میں قیمتی عمریں گزاری جا رہی ہیں، اس دنیا کے لیے رات دن بھاگ دوڑ ہو رہی ہے اور اس سے تمہارے سامنے حقیقت بدل گئی اور بہت زیادہ خسارہ حاصل ہوا۔

اگر تم نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہوتی اور تم نے ایک صاحب بصیرت اور عقل مند شخص کی طرح انجام پر غور کیا ہوتا تو تم کامیاب ہوتے، ایسا نفع حاصل کرتے جس کے ساتھ خسارہ نہ ہوتا اور تمھیں ایسی فوز و فلاح حاصل ہوتی جس کی مصاحبت میں بدبختی نہیں ہوتی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اہل آخرت کے احوال اور ان میں تفاوت کو بیان کرتے ہوئے ان امور کا ذکر کیا ہے جو آخرت کی ترجیح کی طرف دعوت دیتے ہیں، چنانچہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴾ اس دن کئی چہرے حسین اور خوبصورت ہوں گے، ان کے دلوں کی نعمت، نفوس کی مسرت اور ارواح کی لذت کے باعث ان کے چہروں پر رونق اور نور ہوگا۔ ﴿ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴾ ''اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔'' یعنی وہ اپنے اپنے مراتب کے مطابق اپنے رب کا دیدار کریں گے۔ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ہر روز صبح و شام اپنے رب کا دیدار کریں گے اور کچھ لوگ ہر جمعہ ایک مرتبہ دیدار کر پائیں گے، وہ اللہ تعالیٰ کے کریم چہرے اور اس کے بے پناہ جمال سے، جس کی کوئی مثال نہیں، متمتع ہوں گے۔ جب وہ اپنے رب کا دیدار کریں گے تو وہ ان تمام نعمتوں کو بھول جائیں گے جو انھیں حاصل ہوں گی، انھیں اس دیدار سے ایسی لذت اور مسرت حاصل ہوگی جس کی تعبیر ممکن نہیں، ان کے چہرے بارونق ہوں گے اور ان کی خوبصورتی اور جمال میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ ہم اللہ کریم سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں کی معیت سے سرفراز کرے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے والوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ بَاسِرَةٌ ﴾ ''اس دن کئی چہرے اداس ہوں گے۔'' یعنی ترش رو، گرد سے اٹے ہوئے، سہمے ہوئے اور ذلیل ہوں گے۔ ﴿ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴾ ''خیال کریں گے کہ ان پر مصیبت واقع ہونے کو ہے'' یعنی سخت عقوبت اور درد ناک عذاب، اسی وجہ سے ان کے چہرے متغیر اور چیں بہ جبیں ہوں گے۔

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيْلَ مَنْ سكتة رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ

ہرگز نہیں! جب پہنچ جائے گی (روح) ہنسلی تک○ اور کہا جائے گا کون ہے جھاڑ پھونک کرنیوالا؟○ اور وہ یقین کریگا کہ یہ فراق ہے○ اور لپٹ جائیگی

السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ ِالْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ ع

پنڈلی پنڈلی سے○ آپ کے رب ہی کی طرف ہوگا اس دن چلنا○ پس نہ تو اس نے تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی○

وَلٰكِنۡ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰۤى اَهۡلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾ اَوۡلٰى لَكَ فَاَوۡلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ

اور لیکن اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی ○ پھر وہ گیا اپنے اہل وعیال کی طرف اتراتا ہوا ○ ہلاکت ہے تیرے لیے پھر خرابی ہے ○ پھر

اَوۡلٰى لَكَ فَاَوۡلٰى ﴿۳۵﴾ اَيَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ يُّتۡرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾ اَلَمۡ يَكُ نُطۡفَةً

ہلاکت ہے تیرے لیے پھر تباہی ہے ○ کیا سمجھتا ہے انسان یہ کہ چھوڑ دیا جائے گا وہ بے کار؟ ○ کیا نہیں تھا وہ ایک قطرہ

مِّنۡ مَّنِىٍّ يُّمۡنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنۡهُ

منی کا جو (رحم میں) ٹپکایا جاتا ہے؟ ○ پھر وہ ہو گیا جما ہوا خون تو اس (اللہ) نے پیدا کیا' پھر ٹھیک ٹھاک کیا (اسے) ○ پھر بنایا اس سے

الزَّوۡجَيۡنِ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰى ﴿۳۹﴾ اَلَيۡسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنۡ يُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰى ﴿۴۰﴾ ع ۲ ۱۸

جوڑا نر اور مادہ ○ کیا نہیں ہے وہ (اللہ) قادر اس بات پر کہ وہ زندہ کر دے مردوں کو؟ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ قریب المرگ شخص کا حال بیان کر کے اپنے بندوں کو نصیحت کرتا ہے، جب کہ اس کی روح ہنسلی کی ہڈی (حلق) تک پہنچ جائے گی۔ (اَلتَّرَاقِيَ) سے مراد وہ ہڈیاں ہیں جنھوں نے سینے کے گڑھے کا احاطہ کر رکھا ہے، پس اس وقت نہایت شدید درد ہوگا اور انسان ہر وہ سبب اور وسیلہ تلاش کرے گا جس کے بارے میں وہ سمجھتا ہوگا کہ اس سے شفا اور راحت حاصل ہوگی۔ اس لیے فرمایا: ﴿وَقِيۡلَ مَنۡ ۜ رَاقٍ﴾ یعنی کہا جائے گا کہ کون ہے جو اس پر جھاڑ پھونک کرے؟ کیونکہ اسباب عادیہ پر ان کی امیدیں منقطع ہو کر اسباب الٰہیہ پر لگ گئی ہیں مگر جب قضا وقدر کا فیصلہ آجاتا ہے تو اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔ ﴿وَّظَنَّ اَنَّهُ الۡفِرَاقُ﴾ اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اب دنیا سے جدائی ہے ﴿وَالۡتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ﴾ ''اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائے گی'' یعنی تمام سختیاں جمع ہو کر لپٹ جائیں گی، معاملہ بہت بڑا اور کرب بہت سخت ہو جائے گا، خواہش ہوگی کہ بدن سے روح نکل جائے جو اس سے لپٹی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ہے۔ پس روح کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے جایا جائے گا تاکہ وہ اس کو اس کے اعمال کی جزا دے اور اس کے کرتوتوں کا اقرار کرائے۔ یہ زجر وتوبیخ جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، دلوں کو اس منزل کی طرف لے کر چلتی ہے جس میں ان کی نجات ہے اور ان امور سے روکتی ہے جن میں ان کی ہلاکت ہے مگر وہ معاند حق جسے آیات کوئی فائدہ نہیں دیتیں، وہ اپنی گمراہی، کفر اور عناد پر جما رہتا ہے۔

﴿فَلَا صَدَّقَ﴾ ''پس نہ اس نے تصدیق کی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان نہ لایا ﴿وَلَا صَلّٰى ○ وَلٰكِنۡ كَذَّبَ﴾ اور نہ اس نے نماز ہی پڑھی بلکہ اس نے حق کی تصدیق کرنے کی بجائے تکذیب کی ﴿وَتَوَلّٰى﴾ اور امر ونہی سے روگردانی کی، یہی وہ شخص ہے جس کا دل مطمئن اور اپنے رب سے بے خوف ہے بلکہ وہ چلا جاتا ہے ﴿اِلٰۤى اَهۡلِهٖ يَتَمَطّٰى﴾ ''اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا'' یعنی اس کو کوئی پروا نہیں ہوتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو وعید سنائی، فرمایا: ﴿اَوۡلٰى

لَكَ فَاَوْلٰى ○ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴾ ''افسوس ہے تجھ پر، پھر افسوس ہے، پھر افسوس ہے تجھ پر، پھر افسوس ہے۔'' یہ وعید کے کلمات ہیں اور تکرارِ وعید کے لیے ان کو مکرر کہا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی ابتدائی تخلیق کی یاد دلائی، چنانچہ فرمایا: ﴿ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى ﴾ یعنی کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے مہمل چھوڑ دیا جائے گا، اسے نیکی کا حکم دیا جائے گا نہ برائی سے روکا جائے گا، اسے ثواب عطا کیا جائے گا نہ عقاب میں مبتلا کیا جائے گا؟ یہ باطل گمان اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوئے ظن ہے جو اس کی حکمت کے لائق نہیں۔ ﴿ اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰى ○ ثُمَّ كَانَ ﴾ ''کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو رحم میں ڈالا جاتا ہے، پھر ہو گیا؟'' یعنی منی کے بعد ﴿ عَلَقَةً ﴾ خون کا لوتھڑا ﴿ فَخَلَقَ ﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے جان دار پیدا کیا اور اسے درست کیا، یعنی اس کو مہارت سے محکم کر کے بنایا ﴿ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ○ اَلَیْسَ ذٰلِكَ ﴾ ''پھر اس سے نر اور مادہ جوڑے بنائے کیا نہیں ہے وہ۔'' یعنی وہ جس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو ان مختلف مراحل سے گزارا ﴿ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِ َۧ الْمَوْتٰى ﴾ ''اس پر قادر کہ وہ مردوں کو زندہ کر دے؟'' کیوں نہیں! وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر سورۃ الدّھر

سُوْرَۃُ الدَّھْر (۷۶) مَدَنِیَّۃٌ (۹۸) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — آیاتُھا ۳۱ رکوعاتُھا ۲

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا (1) اِنَّا خَلَقْنَا

تحقیق گزر چکا ہے انسان پر ایک وقت زمانے سے جب کہ نہیں تھا وہ کوئی چیز قابل ذکر ○ بلاشبہ ہم نے پیدا کیا

الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖۗ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا (2) اِنَّا هَدَیْنٰهُ

انسان کو ایک نطفے ملے جلے سے کہ ہم آزمائیں اسے سو ہم نے بنایا اسے خوب سننے دیکھنے والا ○ بلاشبہ ہم نے ہدایت دی اسے

السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (3)

راستے کی خواہ وہ شکر گزار بنے اور خواہ ناشکرا ○

اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے ابتدائی، اس کے انتہائی اور اس کے متوسط احوال بیان فرمائے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ اس پر ایک طویل زمانہ گزرا ہے اور یہ وہ زمانہ ہے جو اس کے وجود میں آنے سے پہلے تھا اور وہ ابھی پردۂ عدم میں تھا بلکہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس کے باپ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا، پھر اس کی نسل کو مسلسل بنایا ﴿ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ﴾ ''نطفہ مخلوط سے'' یعنی حقیر اور گندے پانی سے بنایا ﴿ نَّبْتَلِیْهِ ﴾ ہم اس کے ذریعے سے اس کو آزماتے ہیں تاکہ ہم جان لیں کہ آیا وہ

اپنی پہلی حالت کو چشم بصیرت سے دیکھے اور اس کو سمجھ سکتا ہے یا اس کو بھول جاتا ہے۔ اور اس کو اس کے نفس نے فریب میں مبتلا کر رکھا ہے؟ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا، اس کے ظاہری اور باطنی قویٰ، مثلاً: کان، آنکھیں اور دیگر اعضا تخلیق کیے، ان قویٰ کو اس کے لیے مکمل کیا، ان کو صحیح سالم بنایا تاکہ وہ ان قویٰ کے ذریعے سے اپنے مقاصد کے حصول پر قادر ہو، پھر اس کی طرف اپنے رسول بھیجے، ان پر کتابیں نازل کیں اسے وہ راستہ دکھایا جو اس کے پاس پہنچاتا ہے، اس راستے کو واضح کیا اور اسے اس راستے کی ترغیب دی اور اسے ان نعمتوں کے بارے میں بتایا جو اسے اس کے پاس پہنچنے پر حاصل ہوں گی۔ پھر اس راستے سے خبردار کیا جو ہلاکت کی منزل تک پہنچاتا ہے، اسے اس راستے سے ڈرایا، اسے اس بات سے بھی آگاہ کیا کہ جب وہ اس راستے پر چلے گا تو اسے کیا سزا ملے گی اور وہ کس عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندوں کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے:

اول: اس نعمت پر شکر ادا کرنے والا بندہ جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو بہرہ مند کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ان حقوق کو ادا کرنے والا جن کی ذمہ داری کا بوجھ اللہ تعالیٰ نے اس پر ڈالا ہے۔

ثانی: نعمتوں کی ناشکری کرنے والا، اللہ تعالیٰ نے اس کو دینی اور دنیاوی نعمتوں سے بہرہ مند کیا مگر اس نے ان نعمتوں کو ٹھکرا دیا اور اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اور اس راستے پر چل نکلا جو ہلاکت کی گھاٹیوں میں لے جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جزا کے لحاظ سے دونوں فریقوں کا ذکر کیا تو فرمایا:

إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَأَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ﴿٤﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ

بلاشبہ ہم نے تیار کر رکھی ہیں کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور سخت بھڑکتی آگ ○ یقیناً نیک لوگ پئیں گے ایسے

مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ﴿٥﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا

جام سے کہ ہوگی اس میں ملاوٹ کافور کی ○ یعنی ایک چشمہ ہے پئیں گے اس میں سے اللہ کے بندے، وہ بہالے جائیں گے اسے (جدھر چاہیں گے)

تَفْجِيْرًا ﴿٦﴾ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ﴿٧﴾ وَيُطْعِمُوْنَ

بہالے جانا آسانی سے ○ وہ پوری کرتے ہیں نذر (اپنی) اور ڈرتے ہیں اس دن (کے عذاب) سے کہ ہوگا شر اسکا پھیل جانے والا ○ اور وہ کھلاتے ہیں

الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّأَسِيْرًا ﴿٨﴾ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ

کھانا باوجود اسکی محبت کے مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو ○ (کہتے ہیں:) بس ہم تو تمھیں کھانا کھلاتے ہیں اللہ ہی کی ذات کے لیے اور نہیں چاہتے ہم

مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ﴿٩﴾ إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ﴿١٠﴾

تم سے کوئی جزا اور نہ شکریہ ○ بلاشبہ ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے اس دن سے جو ہوگا نہایت سخت بہت لمبا ○

فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ﴿١١﴾ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا

سو بچائے گا انھیں اللہ شر (عذاب) سے اس دن کے اور عطا کریگا ان کو تازگی اور سرور ○ اور جزا دے گا انہیں بوجہ انکے صبر کے

جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا

جنت اور ریشمی لباس ○ وہ تکیہ لگائے ہوں گے اس میں تختوں پر، نہیں دیکھیں گے اس (جنت) میں سخت دھوپ اور نہ

زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ وَيُطَافُ

سخت سردی ○ اور جھکے ہونگے ان پر اس (جنت) کے سائے اور آسان کر دیا جائیگا (حصول) انکے پھلوں کا نہایت آسان ○ اور پھرائے جائینگے

عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ

ان پر برتن چاندی کے اور ایسے آبخورے کہ ہوں گے وہ شیشے کے ○ شیشے (بھی) چاندی کے

قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾ عَيْنًا

(ساقی) انھیں ٹھیک اندازے سے بھریں گے ○ اور پلائے جائینگے وہ اس (جنت) میں ایسا جام شراب کہ ہوگی اس میں ملاوٹ زنجبیل (سونٹھ) کی ○ (یہ) چشمہ ہے

فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ

جنت میں کہ نام رکھا جاتا ہے (اسکا) سلسبیل ○ اور گھومیں گے ان پر ایسے لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رہینگے جب تو دیکھے گا انہیں تو

حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِيَهُمْ

سمجھے گا ان کو موتی بکھرے ہوئے ○ اور جب تو دیکھے گا وہاں، تو دیکھے گا تو نعمت اور سلطنت بڑی ○ ان پر

ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ

کپڑے (لباس) ہوں گے باریک سبز اور دبیز ریشم کے اور زیور پہنائے جائیں گے ان کو کنگن چاندی کے اور پلائے گا انہیں

رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ ع

ان کا رب شراب طہور ○ (انہیں کہا جائے گا:) بلاشبہ یہ ہے تمہارے لیے جزا اور ہے کوشش تمہاری قابل قدر ○

جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا، اس کے رسولوں کو جھٹلایا اور اس کی نافرمانی کے ارتکاب کی جسارت کی ہم نے اس کے لیے تیار کی ہیں ﴿سَلٰسِلَا۟﴾ جہنم کی آگ میں زنجیریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ﴾ (الحاقة: ۶۹/۳۲) ”پھر اسے اس زنجیر میں جکڑ دو جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے۔“ ﴿وَاَغْلٰلًا﴾ ”اور طوق“ جس کے ذریعے سے ان کے ہاتھوں کو ان کی گردنوں کے ساتھ باندھ کر ان سے جکڑ دیا جائے گا۔ ﴿وَّسَعِيْرًا﴾ یعنی ہم نے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے جو ان کے جسموں کے ساتھ بھڑکے گی اور ان کے بدنوں کو جلا ڈالے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ﴾ (النساء: ۴/۵۶) ”جب ان کی کھالیں گل جائیں گی تو ہم ان کو ان کے سوا اور کھالوں سے بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزا چکھتے رہیں۔“ یہ عذاب ان کے لیے دائمی ہوگا اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

رہے ﴿الْاَبْرَارَ﴾ ”نیک لوگ“ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل نیک ہیں کیونکہ ان کے اندر اللہ تعالیٰ کی معرفت،

اس کی محبت اور اخلاق جمیلہ ہیں۔ پس اس سبب سے ان کے اعمال بھی نیک ہیں انھوں نے ان کو نیک اعمال میں استعمال کیا ہے۔ ﴿ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ ﴾ ”ایسے جام سے پئیں گے“ یعنی شراب سے انتہائی لذیذ مشروب جس میں کافور ملایا گیا ہوگا تاکہ وہ اس مشروب کو ٹھنڈا کر کے اس کی حدت کو توڑ دے۔ یہ کافور انتہائی لذیذ ہوگا ہر قسم کے تکدر اور ملاوٹ سے پاک ہوگا جو دنیا کے کافور میں موجود ہوتی ہے۔ ہر وہ آفت جو ان اسما میں ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ وہ جنت میں ہوں گے جبکہ اس قسم کے اسما دنیا میں بھی ہیں تو وہ (آفت) آخرت میں نہیں ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴾ (الواقعۃ: ۵۶/۲۸-۲۹) ”وہ بغیر کانٹوں کی بیریوں اور تہ بہ تہ کیلوں میں ہوں گے۔“ فرمایا: ﴿ وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ﴾ (آل عمران: ۳/۱۵) ”اور جنت میں ان کے لیے پاک بیویاں ہوں گی۔“ اور فرمایا: ﴿ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ (الأنعام: ۶/۱۲۷) ”ان کے لیے ان کے رب کے ہاں سلامتی کا گھر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ﴾ (الزخرف: ۴۳/۷۱) ”اور اس میں وہ سب کچھ ہوگا جو دل چاہیں گے اور جس سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔“

﴿ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ ﴾ ”وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے“ یعنی وہ لذیذ شراب، جو وہ پئیں گے، انھیں اس کے ختم ہونے کا خوف نہیں ہوگا بلکہ اس کا ایسا مادہ ہوگا جو کبھی منقطع نہ ہوگا، یہ ہمیشہ جاری رہنے اور بہنے والا چشمہ ہوگا۔ اللہ کے بندے جہاں چاہیں گے جیسے چاہیں گے وہاں سے نہریں نکال لے جائیں گے، اگر وہ چاہیں گے تو ان کو خوبصورت باغات کی طرف موڑ لیں گے یا بارونق باغیچوں کی طرف لے جائیں گے اگر وہ چاہیں گے تو محلات کی جوانب اور آراستہ گھروں کی طرف بہا لے جائیں گے یا وہ خوبصورت جہات میں سے جس جہت میں بھی چاہیں گے ان نہروں کو لے جائیں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس سورت کے آغاز میں ان کے جملہ اعمال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ ﴾ یعنی وہ جن نذروں اور معاہدوں کو اپنے آپ پر اللہ کے لیے لازم کر لیتے تھے، انھیں پورا کرتے تھے۔ جب وہ نذر کو پورا کرتے تھے، جو اصل میں ان پر واجب نہیں الا یہ کہ وہ اسے خود اپنے آپ پر واجب کر لیں، تب فرائض اصلیہ کو تو بدرجہ اولیٰ قائم کرتے اور ان کو بجا لاتے ہوں گے ﴿ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ﴾ یعنی اس دن کا خوف رکھتے تھے جس کی برائی نہایت سخت اور پھیل جانے والی ہے۔ پس انھیں خوف تھا کہ اس دن کی برائی کہیں انھیں نہ پہنچ جائے، اس لیے انھوں نے ہر وہ سبب چھوڑ دیا جو اس کا موجب تھا۔ ﴿ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ ﴾ یعنی وہ اس حال میں ہوتے ہیں کہ جس میں وہ خود مال اور طعام کو پسند کرتے ہیں مگر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنے نفس کی محبت پر مقدم رکھا اور لوگوں میں سب سے زیادہ مستحق اور سب سے زیادہ حاجت مند کو کھانا کھلانے کی کوشش کرتے ہیں ﴿ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ﴾ ”مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو۔“ ان کے

کھانا کھلانے اور خرچ کرنے میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہوتی ہے۔ وہ اپنی زبان حال سے کہتے ہیں: ﴿ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ﴾ ”ہم تو تمھیں صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں، ہم تم سے کسی بدلے کے خواستگار ہیں نہ شکر گزاری کے۔“ یعنی کوئی مالی جزا چاہتے ہیں نہ قولی ثنا۔

﴿ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا ﴾ ”ہم اپنے پروردگار سے اس دن کا خوف کرتے ہیں جو اداسی والا ہوگا“ یعنی جو نہایت سخت اور شر والا دن ہوگا ﴿ قَمْطَرِيْرًا ﴾ اور نہایت تنگ دن ہوگا ﴿ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ ﴾ ”پس اللہ ان کو اس دن کے شر سے بچالے گا۔“ پس انھیں وہ عظیم گھبراہٹ غم زدہ نہیں کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کرتے ہوئے کہیں گے: ”یہ وہ دن ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔“ ﴿ وَلَقّٰهُمْ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اکرام و تکریم سے سرفراز کرے گا ﴿ نَضْرَةً ﴾ یعنی ان کے چہروں کو تازگی عطا کرے گا ﴿ وَّسُرُوْرًا ﴾ اور ان کے دلوں کو سرور سے لبریز کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے لیے ظاہری اور باطنی نعمتوں کو اکٹھا کردے گا۔

﴿ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا ﴾ یعنی ان کی جزا اس سبب سے ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کیا اور استطاعت بھر نیک عمل کیے اور اس سبب سے کہ انھوں نے برائیوں سے اجتناب پر صبر کیا اور ان کو چھوڑ دیا اور اس سبب سے بھی کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ قضا و قدر پر صبر کیا اور اس پر ناراضی کا اظہار نہیں کیا ﴿ جَنَّةً ﴾ ”جنت ہے“ جو ہر نعمت کی جامع اور ہر قسم کے تکدر سے سلامت ہے ﴿ وَّحَرِيْرًا ﴾ ”اور ریشم ہے“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴾ (الحج: ۲۳/۲۲) ”اور جنت میں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔“ شاید اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ریشم کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ یہ ان کا ظاہری لباس ہوگا جو صاحب لباس کے حال پر دلالت کرے گا۔

﴿ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ﴾ ”وہ تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔“ (اَلْاِتِّكَاء) سے مراد اطمینان، راحت اور آسودگی کی حالت میں ٹیک لگا کر بیٹھنا اور (اَلْاَرَائِک) وہ تخت ہیں جن پر سجاوٹ والے کپڑے بچھائے گئے ہوں۔ ﴿ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا ﴾ یعنی وہ اس جنت کے اندر نہیں دیکھیں گے ﴿ شَمْسًا ﴾ دھوپ جس کی تپش ان کو نقصان پہنچائے۔ ﴿ وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴾ ”اور نہ سخت سردی“ یعنی ان کے تمام اوقات گہرے سائے میں گزریں گے جہاں گرمی ہوگی نہ سردی، جہاں ان کے جسم لذت حاصل کریں گے وہاں ان کے جسموں کو گرمی سے تکلیف ہوگی نہ سردی سے۔ ﴿ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴾ ”اور ان سے ان کے سائے قریب ہوں گے اور میووں کے گچھے جھکے ہوئے لٹک رہے ہوں گے“ یعنی اس کے پھل، اس کے چاہنے والے کے اتنے قریب کردیے جائیں گے کہ وہ ان کو کھڑے بیٹھے یا لیٹے ہوئے بھی حاصل کرسکے گا۔

خدمت گار لڑکے اور خدام، اہل جنت کے پاس گھوم پھر رہے ہوں گے ﴿ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۟ ۝ قَوَارِيْرَا۟ مِنْ فِضَّةٍ ﴾ ”چاندی کے برتن اور شیشے کے (شفاف) گلاس لیے ہوئے، شیشے بھی

چاندی کے ہونگے۔'' یعنی ان کا مادہ چاندی ہوگا ان کی صفائی شیشے کی سی ہوگی۔ یہ ایک عجیب ترین چیز ہوگی کہ چاندی جو کہ کثیف ہوتی ہے اپنے جوہر کی صفائی اور اچھے معدن کی بنا پر شیشے کے صاف وشفاف ہونے کی مانند صاف وشفاف ہوگی۔

﴿ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴾ ''جو ٹھیک اندازے کے مطابق بنائے گئے ہیں۔'' یعنی ان مذکورہ برتنوں (کے حجم) کو ان کی سیرابی کی مقدار کے مطابق بنائیں گے، اس سے کم ہوں گے نہ زیادہ کیونکہ اگر حجم میں زیادہ ہوں تو ان کی لذت کم ہو جائے گی اگر کم ہوں گے تو ان کی سیرابی کے لیے کافی نہیں ہوں گے۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ اہل جنت ان برتنوں کو ایسی مقدار پر بنائیں گے جو ان کی لذات کے موافق ہوگی، وہ برتن ان کے پاس ایسے حجم اور مقدار پر آئیں گے جس کا اندازہ انھوں نے اپنے دلوں میں کیا ہوگا۔ ﴿ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا ﴾ ''وہاں انھیں پلائی جائے گی'' یعنی جنت میں خالص شراب کے بھرے جام ہوں گے ﴿ كَانَ مِزَاجُهَا ﴾ جس میں ملاوٹ ہوگی ﴿ زَنْجَبِيْلًا ﴾ ''سونٹھ کی۔'' تاکہ اس کا ذائقہ اور خوشبو دونوں خوش گوار بن جائیں۔

﴿ عَيْنًا فِيْهَا ﴾ اس جنت میں ایک چشمہ ہے ﴿ تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴾ ''جس کا نام سلسبیل ہے۔'' اس کو یہ نام اس کے آسانی کے ساتھ حاصل ہونے، اس کی لذت اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے دیا گیا ہے۔

﴿ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ ﴾ یعنی اہل جنت کے پاس ان کے کھانے، ان کے مشروب اور ان کی خدمت کے لیے گھومتے پھرتے ہوں گے ﴿ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴾ ''لڑکے ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہنے والے'' ان کو جنت میں بقا کے لیے پیدا کیا گیا ہے، ان کی ہیئت بدلے گی نہ وہ بڑے ہوں گے اور وہ انتہائی خوبصورت ہوں گے۔ ﴿ اِذَا رَاَيْتَهُمْ ﴾ جب تو ان کو اہل جنت کی خدمت میں منتشر ہوئے دیکھے ﴿حَسِبْتَهُمْ﴾ تو تُو ان کو ان کی خوبصورتی کی وجہ سے سمجھے گا ﴿ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴾ کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ یہ اہل جنت کی لذت کی تکمیل ہے کہ ان کے خدام، ہمیشہ رہنے والے لڑکے ہوں گے جن کا نظارہ اہل جنت کو خوش کر دے گا، وہ اپنی تابع داری کی بنا پر امن کے ساتھ ان کی آرام گاہ میں وہ چیزیں لے کر آئیں گے جو وہ منگوائیں گے اور جن کی ان کے نفس خواہش کریں گے۔

﴿ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ ﴾ یعنی جب تو جنت میں دیکھے کہ اہل جنت کن کامل نعمتوں میں ہیں ﴿ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴾ ''تو نعمتیں ہی نعمتیں اور بہت بڑی سلطنت دیکھے گا'' تو ان میں سے ایک کو اس طرح پائے گا کہ اس کے پاس ایسی آرام گاہیں ہوں گی، سجائے اور مزین کیے ہوئے ایسے بالا خانے ہوں گے جن کا وصف بیان کرنا ممکن نہیں۔ اس کے پاس خوبصورت باغات ہوں گے، ایسے پھل ہوں گے جو اس کی پہنچ میں ہوں گے، لذیذ میوہ جات ہوں گے، بہتی ہوئی ندیاں اور خوش کن باغیچے ہوں گے۔ سحر انگیز چہچہانے والے پرندے ہوں گے جو دلوں کو متاثر اور نفوس کو خوش کریں گے۔ اس کے پاس بیویاں ہوں گی جو انتہائی خوبصورت اور خوب سیرت ہوں گی جو ظاہری اور باطنی جمال کی جامع ہوں گی جو نیک اور حسین ہوں گی، ان کا حسن قلب کو سرور، لذت اور خوشی سے لبریز کر دے گا۔

اس کے اردگرد ہمیشہ رہنے والے خدمت گار لڑکے اور دائمی خدام گھوم پھر رہے ہوں گے جس سے راحت واطمینان حاصل ہوگا، لذت عیش کا اتمام اور مسرت کی تکمیل ہوگی۔ پھر اس کے علاوہ اور اس سے بڑھ کر رب رحیم کی رضا، اس کے خطاب کا سماع، اس کے قرب کی لذت، اس کی رضا کی خوشی اور دائمی زندگی حاصل ہوگی جن نعمتوں میں وہ رہ رہے ہوں گے وہ ہر وقت اور ہر آن بڑھتی ہی رہیں گی۔ پس پاک ہے اللہ تعالیٰ، اقتدار اور واضح حق کا مالک جس کے خزانے کبھی ختم ہوتے ہیں نہ اس کی بھلائی کم پڑتی ہے جیسے اس کے اوصاف کی کوئی انتہا نہیں ہے اسی طرح اس کی نیکی اور احسان کی کوئی حد نہیں ہے۔

﴿ عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ﴾ یعنی ان کو سبز اور دبیز ریشم کے باریک اطلس کے لباس پہنائے جائیں گے۔ یہ دونوں حریر کی بہترین اقسام ہیں۔ (سُنْدُس) موٹے اور دبیز ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں اور (اِسْتَبْـرَق) باریک ریشمی کپڑے کو کہا جاتا ہے۔ ﴿ وَحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ﴾ مردوں اور عورتوں کو ان کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے، یہ وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے کیونکہ اپنے قول اور اپنی بات میں اس سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں ﴿ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴾ ''اور انھیں ان کا رب پاک صاف شراب پلائے گا۔'' جس میں کسی بھی لحاظ سے کوئی کدورت نہ ہوگی اور ان کے پیٹ میں جو آلائشیں وغیرہ ہوں گی ان کو پاک صاف کر دے گی۔

﴿ اِنَّ هٰذَا ﴾ بلاشبہ یہ اجر جزیل اور عطائے جمیل ﴿ كَانَ لَكُمْ جَزَآءً ﴾ ان اعمال کی جزا ہے جو تم آگے بھیج چکے ہو ﴿ وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴾ ''اور تمھاری کوشش کی قدر کی گئی ہے۔'' یعنی تمھاری تھوڑی سی کوشش کے بدلے اللہ تعالیٰ نے تمھیں اتنی نعمتیں عطا کی ہیں جن کا شمار ممکن نہیں۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾

یقیناً ہم ہی نے اتارا ہے آپ پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا اتارنا○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴾ ''بے شک ہم نے آپ پر قرآن آہستہ آہستہ اتارا ہے'' اور اس کے اندر وعد و وعید اور ہر چیز کا بیان ہے جس کے بندے محتاج ہیں۔ قرآن کریم کے اندر اللہ تعالیٰ کے اوامر وشرائع کو پوری طرح قائم کرنے، ان کے نفاذ کی کوشش کرنے اور اس پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، بنابریں فرمایا:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾

پس آپ صبر کیجیے اپنے رب کے حکم کے لیے اور نہ اطاعت کیجیے ان میں سے کسی گناہ گار یا کافر کی○

یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم قدری پر صبر کیجیے اور اس پر ناراضی کا اظہار نہ کیجیے اور اس کے حکم دینی پر صبر کیجیے اور اس پر

رواں دواں رہے اور کوئی چیز آپ کی راہ کھوٹی نہ کر سکے۔ ﴿ وَلَا تُطِعْ ﴾ معاندین حق کی اطاعت نہ کیجیے جو چاہتے ہیں کہ آپ کو راہ حق سے روک دیں ﴿ اٰثِمًا ﴾ یعنی جو گناہ اور معصیت کا ارتکاب کرنے والا ہے اور نہ (اطاعت کریں) ﴿ كَفُوْرًا ﴾ ''کفر کرنے والے کی'' کیونکہ کفار، فجار اور فساق کی اطاعت حتمی طور پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے کیونکہ یہ لوگ صرف اسی چیز کا حکم دیتے ہیں جسے ان کے نفس پسند کرتے ہیں۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٢٥﴾

اور یاد کیجیے نام اپنے رب کا صبح اور شام ○

چونکہ صبر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے قیام اور اس کے ذکر کی کثرت میں مدد کرتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴾ یعنی صبح و شام اپنے رب کا نام لیتے رہو۔ اس میں فرض نمازیں، اس کے توابع نوافل وغیرہ اور ان اوقات میں ذکر، تسبیح، تہلیل اور تکبیر وغیرہ داخل ہیں۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿٢٦﴾

اور کچھ (حصہ) رات میں بھی پس سجدہ کیجیے اس کے لیے اور اس کی تسبیح کیجیے رات میں دیر تک ○

﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ ﴾ ''اور رات کو سجدے کرو'' یعنی اس کے حضور کثرت سے سجدے کیجیے اور یہ چیز کثرت نماز کو متضمن ہے۔ ﴿ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴾ ''اور طویل رات تک اس کی تسبیح بیان کرتے رہو۔'' اس مطلق کی تقیید اس ارشاد کے ذریعے سے گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ ﴾ (المزمل: ۷۳/۱-۴) ''اے کپڑے میں لپٹنے والے، رات کو تھوڑا سا قیام کیجیے، قیام نصف شب کیجیے یا اس سے بھی کچھ کم، یا اس سے کچھ زیادہ۔''

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿٢٧﴾

بلاشبہ یہ لوگ پسند کرتے ہیں دنیا کو اور چھوڑتے ہیں اپنے پیچھے بھاری دن کو ○

﴿ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ ﴾ اے رسول! آپ کو جھٹلانے والے یہ لوگ، اس کے بعد کہ ان کے سامنے کھول کھول کر آیات بیان کی گئیں، ان کو ترغیب دی گئی، ان کو ڈرایا گیا، اس کے باوجود، اس نے ان کو کچھ فائدہ نہ دیا بلکہ وہ ہمیشہ ترجیح دیتے رہے ﴿ الْعَاجِلَةَ ﴾ دنیا ہی کو اور اسی پر مطمئن رہے ﴿ وَيَذَرُوْنَ ﴾ یعنی وہ عمل چھوڑ دیتے ہیں اور مہمل بن جاتے ہیں ﴿ وَرَآءَهُمْ ﴾ یعنی اپنے آگے ﴿ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴾ ''بھاری دن'' اس سے مراد قیامت کا دن ہے جس کی مقدار تمہارے حساب کے مطابق پچاس ہزار برس ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾ (القمر: ۵۴/۸) ''کافر کہیں گے کہ یہ بہت ہی مشکل دن ہے۔'' گویا کہ وہ صرف دنیا اور دنیا کے اندر قیام کرنے

کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَاۤ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَاۤ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾

ہم ہی نے پیدا کیا انھیں اور مضبوط کیے ہم نے انکے جوڑ اور جب ہم چاہیں بدل کر لے آئیں ان جیسے (اور لوگ) تبدیل کر کے ○

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر اور ان کی موت کے بعد دوبارہ زندگی پر، عقلی دلیل سے استدلال کیا ہے اور یہ ابتدائے تخلیق کی دلیل ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ﴾ یعنی ہم ان کو عدم سے وجود میں لائے۔ ﴿وَشَدَدْنَاۤ اَسْرَهُمْ﴾ یعنی ہم نے ان کی تخلیق کو اعصاب، رگوں، پٹھوں، ظاہری اور باطنی قویٰ کے ذریعے سے محکم کیا، یہاں تک کہ جسم تکمیل کی منزل پر پہنچ گیا اور ہر اس فعل پر قادر ہو گیا جو وہ چاہتا تھا۔ پس وہ ہستی جو انھیں اس حالت پر وجود میں لائی ہے، وہ ان کے مرنے کے بعد ان کو جزا و سزا دینے کے لیے انھیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور وہ ہستی جس نے اس دنیا میں ان کو ان مراحل میں سے گزارا ہے، اس کی شان کے لائق نہیں کہ وہ ان کو بے کار چھوڑ دے، ان کو حکم دیا جائے نہ ان کو روکا جائے، ان کو ثواب عطا کیا جائے نہ عذاب دیا جائے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿بَدَّلْنَاۤ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا﴾ ''ان کے بدلے انھی کی طرح کے اور لوگ لے آئیں'' یعنی ہم نے انھیں روز قیامت دوبارہ اٹھنے کے لیے تخلیق کیا ہے، ہم نے ان کے اعیان، ان کے نفوس اور ان کی امثال کا اعادہ کیا۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾

بلاشبہ یہ ایک نصیحت ہے، سو جو چاہے وہ پکڑے اپنے رب کی طرف راستہ ○

﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ﴾ ''یہ ایک نصیحت ہے'' یعنی اس سے مومن نصیحت حاصل کرتا ہے، اس کے اندر جو تخویف و ترغیب ہے، اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ﴿فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ ''پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرلے'' یعنی وہ راستہ جو اس کے رب تک پہنچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حق اور ہدایت کو پوری طرح واضح کر دیا اور لوگوں پر حجت قائم کرنے کے لیے ان کو اختیار دے دیا کہ وہ چاہیں تو ہدایت کے راستے پر گامزن ہوں اور اگر چاہیں تو اس سے دور بھاگیں۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾

اور نہیں چاہتے تم مگر یہ کہ چاہے اللہ ہی، یقیناً ہے اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ○

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ ''اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر جو اللہ کو منظور ہو۔'' بے شک اللہ تعالیٰ کی مشیت نافذ ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ ''بے شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔'' ہدایت یاب کی ہدایت اور گمراہ کی گمراہی میں اللہ تعالیٰ کی حکمت پوشیدہ ہے۔

یُّدۡخِلُ مَنۡ یَّشَآءُ فِیۡ رَحۡمَتِہٖ ؕ وَ الظّٰلِمِیۡنَ اَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۳۱﴾ ع ۹

وہ داخل کرتا ہے جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں، اور ظالم، اس نے تیار کیا ہے ان کے لیے عذاب دردناک ○

﴿ یُّدۡخِلُ مَنۡ یَّشَآءُ فِیۡ رَحۡمَتِہٖ ﴾ ”وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر دیتا ہے۔“ پس اسے اپنی عنایت سے مختص کرتا ہے، اسے سعادت کے اسباب کی توفیق سے نوازتا ہے اور سعادت کے راستوں کی طرف اس کی راہ نمائی کرتا ہے۔ ﴿ وَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴾ جنہوں نے ہدایت کی بجائے شقاوت کو منتخب کیا ﴿ اَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴾ تو ان کے ظلم اور عدوان کی پاداش میں، ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تفسیر سُوۡرَۃُ الۡمُرۡسَلٰت

سُوۡرَۃُ الۡمُرۡسَلٰتِ (۷۷) مَکِّیَّۃٌ (۳۳) | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | اٰیَاتُہَا ۵۰ رُکُوۡعَاتُہَا ۲

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

وَ الۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا ۙ﴿۲﴾ وَّ النّٰشِرٰتِ نَشۡرًا ۙ﴿۳﴾

قسم ہے ان ہواؤں کی جو بھیجی جاتی ہیں متواتر ○ پھر ان ہواؤں کی جو تند و تیز چلتی ہیں طوفان بن کر ○ اور ان ہواؤں کی جو پھیلاتی ہیں (بادل و بارش کو) پھیلانا ○

فَالۡفٰرِقٰتِ فَرۡقًا ۙ﴿۴﴾ فَالۡمُلۡقِیٰتِ ذِکۡرًا ۙ﴿۵﴾ عُذۡرًا اَوۡ نُذۡرًا ۙ﴿۶﴾ اِنَّمَا

پھر ان (فرشتوں) کی جو جدا کرنے والے ہیں (حق و باطل کو) جدا کرنا ○ پھر ان (فرشتوں) کی جو ڈالنے والے ہیں ذکر ○ عذر (ختم کرنے) یا ڈرانے کے لیے ○ یقیناً

تُوۡعَدُوۡنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوۡمُ طُمِسَتۡ ۙ﴿۸﴾ وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتۡ ۙ﴿۹﴾

جس (قیامت) کا تم وعدہ دیے جاتے ہو (وہ) ضرور واقع ہونے والی ہے ○ پس جب ستارے مٹا (بے نور کر) دیے جائیں گے ○ اور جب آسمان پھاڑ دیا جائے گا ○

وَ اِذَا الۡجِبَالُ نُسِفَتۡ ﴿ۙ۱۰﴾ وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتۡ ﴿ؕ۱۱﴾ لِاَیِّ یَوۡمٍ اُجِّلَتۡ ﴿ؕ۱۲﴾

اور جب پہاڑ اڑا دیے جائیں گے ○ اور جب رسول معین وقت پر جمع کیے جائیں گے ○ (کہا جائے گا:) کس دن کیلیے (یہ) موخر کیے گئے تھے؟ ○

لِیَوۡمِ الۡفَصۡلِ ﴿ۚ۱۳﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ ﴿ؕ۱۴﴾ وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۱۵﴾

فیصلے کے دن کیلیے ○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کیا ہے دن فیصلے کا؟ ○ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قیامت کے روز اور اعمال کی جزا و سزا پر فرشتوں کی قسم کھائی ہے، وہ فرشتے جن کو اللہ تعالیٰ کونی و قدری معاملات، تدبیر کائنات، شرعی معاملات اور اپنے رسولوں پر وحی کے لیے بھیجتا ہے ﴿ عُرۡفًا ﴾ (اَلۡمُرۡسَلٰتِ) سے حال ہے، یعنی ان کو محض ناشائستہ اور بے فائدہ کام کے لیے نہیں بھیجا گیا بلکہ ان کو عرف، حکمت اور مصلحت کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ ﴿ فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا ﴾ اس سے بھی مراد فرشتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے، ان کا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو تیز ہوا کی مانند جلدی سے آگے بڑھ کر اخذ کرتے ہیں اور نہایت سرعت سے اس کے احکام کو نافذ کرتے ہیں یا اس سے مراد سخت ہوائیں ہیں جو نہایت تیز چلتی ہیں۔ ﴿ وَّ النّٰشِرٰتِ نَشۡرًا ﴾

اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہوں کہ انھیں جس چیز کے پھیلانے کے انتظام پر مقرر کیا گیا ہے اس کو پھیلاتے ہیں یا اس سے مراد بادل ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ زمین کو سرسبز کرتا ہے اور اس کے مردہ ہو جانے کے بعد اس کو دوبارہ زندگی عطا کرتا ہے۔ ﴿فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا﴾ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو افضل ترین احکام کا القا کرتے ہیں۔ یہ وہ ذکر ہے جس کے ذریعے سے اللہ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے اس میں ان کے سامنے ان کے منافع اور مصالح کا ذکر کرتا ہے اور اسے انبیاء و مرسلین کی طرف بھیجتا ہے۔ ﴿عُذْرًا اَوْ نُذْرًا﴾ یعنی لوگوں کا عذر رفع کرنے اور ان کو تنبیہ کرنے کے لیے، تاکہ وہ لوگوں کو خوف کے ان مقامات سے ڈرائیں جو ان کے سامنے ہیں، ان کے عذر منقطع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ پر ان کے لیے کوئی حجت نہ رہے۔

﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ﴾ یعنی مرنے کے بعد زندگی اور اعمال کی جزا و سزا کا جو تمھارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے ﴿لَوَاقِعٌ﴾ اس کا وقوع کسی شک و ریب کے بغیر حتمی ہے۔ جب قیامت کا دن واقع ہوگا تو کائنات میں تغیرات آئیں گے اور سخت ہولناکیوں کا ظہور ہوگا جس سے دل دہل جائیں گے، کرب بہت زیادہ ہو جائے گا، ستارے بے نور ہو جائیں گے، یعنی اپنے مقامات سے زائل ہو کر بکھر جائیں گے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور زمین ایک چٹیل میدان کی طرح ہو جائے گی جس میں تو کوئی نشیب و فراز نہ دیکھے گا۔ یہ وہ دن ہوگا جس دن مقررہ وقت پر رسولوں کو لایا جائے گا جس وقت کو ان کے اور ان کی امتوں کے درمیان فیصلے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ اس لیے فرمایا: ﴿لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ﴾ ''بھلا تاخیر کس دن کے لیے کی گئی؟'' یہ استفہام تعظیم، تفخیم اور تہویل (ہول دلانے) کے لیے ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ﴿لِيَوْمِ الْفَصْلِ﴾ یعنی خلائق میں ایک دوسرے کے درمیان فیصلے کرنے اور ان میں سے ہر ایک سے فرداً فرداً حساب لینے کے لیے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس دن کی تکذیب کرنے والے کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے'' یعنی انھیں کتنی حسرت ہوگی، ان کا عذاب کتنا سخت اور ان کا ٹھکانا کتنا برا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آگاہ کیا، ان کے لیے قسم کھائی مگر انھوں نے اسے سچ نہ جانا، اس لیے وہ سخت عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٦ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝١٧ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ

کیا نہیں ہلاک کیا ہم نے پہلوں کو؟ ○ پھر ہم پیچھے لگائیں گے ان کے پچھلوں کو ○ اسی طرح ہم کرتے ہیں

بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝١٨ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١٩

مجرموں کے ساتھ ○ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ○

کیا ہم نے جھٹلانے والے گزشتہ لوگوں کو ہلاک نہیں کر ڈالا، پھر ہم آخر میں آنے والے لوگوں کو ان کے بعد

ہلاک کریں گے جو جھٹلائیں گے۔ ہر مجرم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سابقہ سنت بھی یہی ہے اور آئندہ سنت الٰہی بھی یہی ہوگی۔ ان کے لیے سزا حتمی ہے تو تم جو کچھ دیکھتے اور جو کچھ سنتے ہو اس سے عبرت کیوں نہیں پکڑتے؟ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اس دن جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے۔'' جو واضح اور کھلی نشانیوں، عذاب اور عبرتناک سزاؤں کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی جھٹلاتے ہیں۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿٢٠﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿٢١﴾ اِلٰى

کیا نہیں پیدا کیا ہم نے تمھیں حقیر پانی (منی) سے؟○ پھر ہم نے رکھا اس کو ایک محفوظ ٹھکانے میں ○ ایک اندازے (وقت)

قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٢٢﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٤﴾

مقررہ تک ○ پس ہم نے اندازہ لگایا تو (کیا) اچھا اندازہ لگانیوالے ہیں (ہم)○ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلیے ○

اے انسانو! کیا ہم نے تمھیں پیدا نہیں کیا ﴿مِنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ اس پانی سے جو انتہائی حقیر ہے جو پشت اور سینے کے درمیان سے خارج ہوتا ہے؟ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے رکھ دیا ﴿فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ﴾ ایک محفوظ جگہ میں، اس سے مراد رحم ہے، یہیں نطفہ ٹھہرتا اور نشوونما پاتا ہے ﴿اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ یعنی ایک مقررہ وقت تک ﴿فَقَدَرْنَا﴾ یعنی یہ وقت ہم نے مقرر کیا ہے، ان تاریکیوں میں اس جنین کا انتظام ہم نے کیا، ہم نے اسے نطفے سے خون کے لوتھڑے، پھر بوٹی میں تبدیل کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بڑا کیا، اس کے اندر روح پھونکی، ان میں کچھ ایسے ہیں جو اس سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔ ﴿فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ﴾ ''پس ہم کیا خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔'' اس سے مراد خود اللہ کا نفس مقدس ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اندازہ اس کی حکمت کے تابع اور حمد و ستائش کے موافق ہے۔ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ اس دن ہلاکت ہے ان جھٹلانے والوں کے لیے جنھوں نے آیات کے واضح ہو جانے اور عبرت ناک چیزیں اور کھلی نشانیاں دیکھنے کے بعد جھٹلایا۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾ وَّ جَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ

کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو سمیٹنے (جمع کرنے) والی؟○ زندوں اور مردوں کو؟○ اور ہم نے بنائے (رکھے) اس میں مضبوط (جمے ہوئے) پہاڑ

شٰمِخٰتٍ وَّ اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿٢٧﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٨﴾

بلند و بالا اور ہم نے پلایا تمھیں پانی میٹھا ○ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ○

یعنی کیا ہم نے تم پر احسان نہیں کیا اور تمھارے مصالح کے لیے زمین کو مسخر کر کے تم پر انعام نہیں کیا؟ اور اس زمین کو ﴿كِفَاتًا﴾ تمھارے لیے سمیٹنے والی نہیں بنایا ﴿اَحْيَآءً﴾ ''زندوں کو'' گھروں میں ﴿وَّ اَمْوَاتًا﴾ ''اور مردوں'' کو قبروں میں؟ پس جس طرح گھر اور محلات، بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کا احسان ہے اسی طرح قبریں بھی ان کے حق میں رحمت اور ان کے لیے ستر ہیں کہ ان کے اجساد درندوں وغیرہ کے لیے کھلے نہیں پڑے رہتے۔

﴿ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ ﴾ یعنی ہم نے ان کے اندر پہاڑ رکھ دیے جوزمین کوٹھہرائے رکھتے ہیں تا کہ زمین اہل زمین کے ساتھ ڈھلک نہ جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے مضبوط اور بلند، یعنی طویل وعریض پہاڑوں کے ذریعے سے ٹھہرادیا ﴿ وَّ اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴾ یعنی ہم نے تمھیں شیریں اورخوش ذائقہ پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ○ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴾ (الواقعة: ٥٦/٦٨۔٧٠) ''بھلاتم نے دیکھا کہ وہ پانی جوتم پیتے ہو، کیا تم نے اسے بادل سے برسایا یا ہم اسے برساتے ہیں؟ اور اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا بنا دیں، پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟'' ﴿ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ ''اس دن ہلاکت ہے جھٹلانے والوں کے لیے۔'' بایں ہمہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کونعمتیں دکھلائیں، جن کو عطا کرنے میں وہ متفرد ہے اور ان نعمتوں سے ان کو مختص کیا، انھوں نے ان نعمتوں کے مقابلے میں تکذیب کا رویہ اختیار کیا۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ

(کہا جائے گا:) چلوتم اس چیز (عذاب) کی طرف کہ تھے تم اس کو جھٹلاتے ○ چلوتم ایک سائے کی طرف جو تین

شُعَبٍ ﴿٣٠﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣١﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾

شاخوں والا ہے○ نہ ٹھنڈک پہنچانیوالا اور نہ فائدہ دیگا وہ شعلوں (کی تپش) سے○ بلاشبہ وہ (جہنم) پھینکے گی (اتنی بڑی) چنگاریاں جیسے محل○

كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٤﴾

گویا کہ وہ (چنگاریاں) اونٹ ہیں (زردی مائل) سیاہ○ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے○

یہ ہلاکت ہے جو جھٹلانے والے مجرموں کے لیے تیار کی گئی ہے، ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا: ﴿ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴾ ''جس چیز کو تم جھٹلایا کرتے تھے اس کی طرف چلو۔'' پھر اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے اس کی تفسیر فرمائی ﴿ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴾ یعنی جہنم کی آگ کے سائے کی طرف جو اپنے درمیان سے تین شاخوں میں متفرق ہو جائے گی، یعنی آگ کے ٹکڑے جو مختلف سمتوں سے باری باری اس پر لپکیں گے اور اس پر اکٹھے ہو جائیں گے۔ ﴿ لَّا ظَلِيْلٍ ﴾ اس سائے میں ٹھنڈک نہ ہو گی، یعنی اس سائے میں راحت ہو گی نہ اطمینان۔ ﴿ وَّلَا يُغْنِيْ ﴾ ''نہیں کام آئے گا'' اس سائے میں ٹھہرنا ﴿ مِنَ اللَّهَبِ ﴾ ''شعلے کے مقابلے میں'' بلکہ آگ کا شعلہ اسے دائیں بائیں اور ہر جانب سے گھیر لے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ﴾ (الزمر: ٣٩/١٦) ''ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے فرش (آگ کے) ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (الأعراف: ٧/٤١) ''ان کے نیچے جہنم کی آگ کا بچھونا ہو گا

اوراوپر سے اوڑھنا بھی جہنم کی آگ ہی کا ہوگا اور ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔‘‘

پھر اللہ تعالیٰ نے جہنم کے عظیم انگاروں کا ذکر کیا جو جہنم کی بڑائی، اس کی برائی اور اس کے برے منظر پر دلالت کرتے ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴾ ’’اس سے چنگاریاں اڑتی ہیں جیسے محل، گویا وہ زرد اونٹ ہیں۔‘‘ یہ سیاہ رنگ کے اونٹ ہیں جن میں ایسے رنگ کی جھلک ہے جو زردی مائل ہے، یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جہنم کی آگ، اس کے شعلے، اس کے انگارے اور اس کی چنگاریاں تاریک اور سیاہ رنگ کی ہوں گی، ان کا منظر نہایت کریہہ اور ان کی حرارت انتہائی سخت ہوگی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں جہنم اور ان اعمال سے عافیت عطا کرے جو جہنم کے قریب لے جاتے ہیں۔ ﴿ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴾ ’’اس دن ہلاکت ہے جھٹلانے والوں کے لیے۔‘‘

هٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَلَا یُؤْذَنُ لَهُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ

یہ (وہ) دن ہے کہ نہیں بول سکیں گے وہ ○ اور نہ اجازت دی جائے گی ان کو کہ وہ معذرت کر سکیں ○ ہلاکت ہے اس دن

لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَیْدٌ

جھٹلانے والوں کے لیے ○ یہ دن ہے فیصلے کا، ہم جمع کریں گے تمھیں اور پہلوں کو ○ پس اگر ہے تمہارے لیے کوئی چال

فَكِیْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۴۰﴾

تو تم چلو مجھ سے ○ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ○

اس عظیم دن میں، جو جھٹلانے والوں کے لیے بہت سخت ہے، وہ خوف اور سخت دہشت کی وجہ سے بول نہیں سکیں گے ﴿ وَلَا یُؤْذَنُ لَهُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ ﴾ ’’اور نہ انھیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت کر سکیں۔‘‘ اگر وہ معذرت پیش کریں گے تو ان کی معذرت قبول نہیں کی جائے گی ﴿ فَیَوْمَىِٕذٍ لَّا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴾ (الروم: ۳۰/۵۷) ’’پس اس روز ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ دے گی نہ ان سے توبہ ہی طلب کی جائے گی۔‘‘

﴿ هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِیْنَ ﴾ ’’یہی فیصلے کا دن ہے، ہم نے تم کو اور پہلے لوگوں کو جمع کیا ہے‘‘ تاکہ ہم تمہارے درمیان تفریق کریں اور تمام خلائق کے درمیان فیصلہ کریں۔ ﴿ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَیْدٌ ﴾ ’’اگر تمہارے پاس کوئی تدبیر ہو‘‘ جس کے ذریعے سے تم میری بادشاہت سے باہر نکلنے کی قدرت رکھتے ہو اور میرے عذاب سے بچ سکتے ہو ﴿ فَكِیْدُوْنِ ﴾ ’’تو تم میرے خلاف تدبیر کر لو۔‘‘ یعنی تمھیں ایسا کرنے کی قدرت حاصل ہے نہ طاقت جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴾ (الرحمٰن: ۵۵/۳۳) ’’اے جن و انس کے گروہ! اگر

تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل بھاگو، تم طاقت کے بغیر نہیں نکل سکتے۔'' اس دن ظالموں کے تمام حیلے باطل ہو جائیں گے، ان کا مکر و فریب ختم ہو جائے گا، وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے حوالے کر دیں گے اور ان کی تکذیب میں ان کا جھوٹ، ان کے سامنے صاف ظاہر ہو جائے گا۔

﴿ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ ''اس دن ہلاکت ہے جھٹلانے والوں کے لیے۔''

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٤١﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٤٢﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا

بلاشبہ متقی لوگ سایوں اور بہتے چشموں میں ہونگے ○ اور (لذیذ) میووں میں ان میں سے جو وہ چاہیں گے ○ (کہا جائیگا) تم کھاؤ اور پیو

هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٤٤﴾

مزے سے بدلے اس کے جو تھے تم عمل کرتے ○ بلاشبہ ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو ○

وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٥﴾

ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ○

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل تکذیب کے لیے عذاب کا ذکر فرمایا اس لیے محسنین کے لیے ثواب کا بھی تذکرہ کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ ''بے شک پرہیزگار'' یعنی جو اپنے اقوال، افعال اور اعمال میں تکذیب سے بچنے والے اور تصدیق سے متصف ہیں اور وہ واجبات کو ادا کیے اور محرمات کو ترک کیے بغیر متقی نہیں بن سکتے ﴿ فِيْ ظِلٰلٍ ﴾ متنوع اقسام کے خوبصورت اور خوش منظر کثیر درختوں کے سائے میں ہوں گے ﴿ وَّعُيُوْنٍ ﴾ اور خوش ذائقہ پانی اور شراب وغیرہ کے رواں دواں چشموں میں ہوں گے ﴿ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴾ اور بہترین اور لذیذ ترین میوہ جات، جو وہ چاہیں گے، ان میں ہونگے۔ ان سے کہا جائے گا: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا ﴾ کھاؤ پیو، مزے دار مرغوب کھانے اور لذیذ مشروبات پیو ﴿ هَنِيْٓـًٔۢا ﴾ یعنی کسی روک ٹوک اور تکدر کے بغیر۔ اس کھانے کی خوشگواری کبھی ختم نہ ہوگی حتیٰ کہ جنت کے مطعومات اور مشروبات ہر آفت اور نقص سے سلامت ہوں گے یہاں تک کہ اہل جنت کو یقین ہوگا کہ یہ طعام و شراب منقطع ہوں گے نہ ختم ہوں گے۔ ﴿ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ پس تمہارے اعمال ہی وہ سبب ہیں جنھوں نے تمھیں ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں پہنچایا۔ اسی طرح ہے ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں احسان سے کام لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر احسان کرتا ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ ''بے شک ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔'' اگر یہ ہلاکت اور خرابی صرف ان نعمتوں سے محرومی ہی ہوتی تب بھی یہ حزن و غم اور حرماں نصیبی کے لیے کافی ہے۔

كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ

(جھٹلانے والو!) تم کھاؤ اور فائدہ اٹھاؤ تھوڑا سا، یقیناً تم مجرم ہو ○ ہلاکت ہے اس دن

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ

جھٹلانے والوں کے لیے○ اور جب کہا جاتا ہے ان سے رکوع کرو تم تونہیں رکوع کرتے وہ○ تباہی ہے

يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾

اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے○ پس کس بات پر اس (قرآن) کے بعد وہ ایمان لائیں گے؟○

یہ تکذیب کرنے والوں کے لیے تہدید ووعید ہے کہ اگرچہ انھوں نے دنیا میں کھایا پیا اور لذات دنیا سے فائدہ اٹھایا اور عبادات سے غافل رہے مگر وہ مجرم ہیں اور اسی سزا کے مستحق ہیں جس کے مستحق مجرم ہوتے ہیں، لہٰذا عنقریب ان کی لذات منقطع ہو جائیں گی اور تاوان اور نقصان باقی رہ جائیں گے۔ ان کا ایک جرم یہ ہے کہ جب انھیں نماز، جو کہ سب سے زیادہ شرف کی حامل عبادت ہے، کا حکم دیا جاتا اور ان سے کہا جاتا تھا: ﴿ارْكَعُوْا﴾ ”رکوع کرو“ تو حکم کی تعمیل نہیں کرتے تھے۔ پس کون سا جرم اس سے بڑھ کر اور کون سی تکذیب اس سے زیادہ بڑی ہے؟ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ”اس دن ہلاکت ہے جھٹلانے والوں کے لیے“ ان کی ایک ہلاکت یہ بھی ہے کہ ان پر توفیق کے تمام دروازے بند ہو جائیں گے اور وہ ہر بھلائی سے محروم ہو جائیں گے۔

پس جب انھوں نے اس قرآن کریم کو جھٹلا دیا جو علی الاطلاق صدق و یقین کے بلند ترین مرتبے پر ہے ﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ”تو اس کے بعد وہ کون سی بات پر ایمان لائیں گے؟“ کیا وہ باطل پر ایمان لائیں گے جو اپنے نام کی مانند ہے جس پر کوئی دلیل تو کجا، کوئی شبہ بھی قائم نہیں ہوتا؟ یا وہ کسی مشرک، کذاب اور کھلے بہتان طراز کے کلام پر ایمان لائیں گے؟ پس نور مبین کے بعد گھٹا ٹوپ اندھیروں کے سوا کچھ نہیں رہتا، صدق کے بعد، جس پر قطعی دلائل و براہین قائم ہوں، صریح بہتان اور کھلے جھوٹ کے سوا کچھ باقی نہیں بچتا جو صرف اسی شخص کے لائق ہے جس سے یہ مناسبت رکھتا ہے۔ ہلاکت ہے ان کے لیے، وہ کتنے اندھے ہو گئے ہیں! اور برا ہو ان کا، کس قدر خسارے اور بدبختی کا شکار ہو گئے ہیں! ہم اللہ تعالیٰ سے عفو اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ وہ جواد اور صاحب کرم ہے۔